مسدس حالی

خواجہ الطاف حسین حالی

اردو پبلشرز

مد و جزرِ اسلام

مسدس حالی

حالی

اردو پبلشرز ۔ تلک مارگ
لکھنؤ

مسدس حالی

نیا ایڈیشن	جنوری سنہ ۸۱ء
پبلشر	اردو پبلشرز۔ لکھنؤ
پرنٹر	ایکا پریس ملا لکھنؤ
قیمت	پانچ روپیہ

(برانچ)

اردو پبلشرز۔ نظیر آباد۔ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً و مصلیاً

عرضِ حال

بلبل کی چمن میں ہمزبانی چھوڑی
بزمِ شعراء میں شعر خوانی چھوڑی
جب سے دل زندہ تو نے ہم کو چھوڑا
ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

بچپن کا زمانہ جو کہ حقیقت میں دنیا کی بادشاہت کا زمانہ ہے ایک ایسے دلچسپ اور پرفضا میدان میں گزرا جو کلفت کے گرد و غبار سے بالکل پاک تھا نہ وہاں ریت کے ٹیلے تھے نہ خار دار جھاڑیاں تھیں نہ آندھیوں کے طوفان تھے نہ بادِ سموم کی لپیٹ تھی۔ جب اس میدان سے کھیلتے کودتے آگے بڑھے تو ایک اور صحرا اس سے بھی زیادہ دلفریب نظر آیا۔ جس کے دیکھتے ہی ہزاروں ولولے اور لاکھوں امنگیں خود بخود دل میں پیدا ہو گئیں مگر یہ صحرا جس قدر نشاط انگیز تھا اسی قدر وحشت خیز بھی تھا۔ اس کی سر سبز جھاڑیوں میں ہولناک درندے چھپے ہوئے تھے اور اس کے خوشنما پودوں پر سانپ اور بچھو لپٹے ہوئے تھے۔ جونہی اس کی حد میں قدم رکھا ہر گوشہ سے شیر و پلنگ اور مار و کژدم نکل آئے۔ باغ جوانی کی بہار اگرچہ قابلِ دید تھی مگر دنیا کے مکروہات سے دم لینے کی فرصت نہ ملی۔ نہ خود رائی کا خیال آیا نہ عشق و جوانی کی ہوا لگی۔ نہ وصل کی لذت اٹھائی نہ فراق کا مزہ چکھا۔

یہاں تھا دام سخت قریب آشیاں کے
اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

البتہ شاعری کی بدولت چند روز جھوٹا عاشق بننا پڑا۔ ایک خیالی معشوق کی

چلہ میں برسوں دشت جنوں کی خاک اڑائی کہ قیس و فرہاد کو گرد کر دیا۔ کبھی نالۂ نیم شبی سے ربع مسکوں کو ہلا ڈالا۔ کبھی چشم دریا بار سے تمام عالم کو ڈبو دیا۔ آہ و فغاں کے شور سے کروبیوں کے کان بہرے ہو گئے۔ شکایتوں کی بوچھار سے زمانہ چیخ اٹھا۔ طعنوں کی بھرمار سے آسماں چھلنی ہو گیا۔ جب رشک کا تلاطم ہوا تو ساری خدائی کو رقیب سمجھا یہاں تک کہ آپ اپنے سے بدگمان ہو گئے۔ جب شوق کا دریا امڈا تو کشش دل سے جذب مقناطیسی اور قوت کہربائی کا کام لیا۔ بارہا تیغ ابرو سے شہید ہوئے اور بارہا ایک ٹھوکر سے جی اٹھے۔ گویا زندگی ایک پیراہن تھا کہ جب چاہا اتار دیا۔ جب چاہا پہن لیا۔ میدان قیامت میں اکثر گذر ہوا۔ بہشت و دوزخ کی اکثر سیر کی۔ بادہ نوشی پر آئے تو خم کے خم لنڈھا دیے۔ اور پھر بھی سیر نہ ہوئے۔ کبھی خانۂ خمار کی چوکھٹ پر جبہ سائی کی۔ کبھی میفروش کے در پر گدائی کی۔ کفر سے مانوس رہے۔ ایمان سے بیزار رہے۔ پیر مغاں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ برہمنوں کے چیلے بنے۔ بت پوجے۔ زنار باندھا۔ قشقہ لگایا۔ زاہدوں پر پھبتیاں کہیں۔ واعظوں کا خاکا اڑایا۔ دیر اور میخانہ کی تعظیم کی۔ کعبہ اور مسجد کی توہین کی۔ خدا سے شوخیاں کیں۔ پیغمبر کی گستاخیاں کیں۔ اعجاز مسیحی کو کھیل جانا۔ حسن یوسفی کو ایک تماشا سمجھا۔ غزل کہی تو پاک شہیدوں کی بولیاں بولیں۔ قصیدہ لکھا تو بھاٹ اور باد خانوں کے منہ پھیر دیے۔ ہر مشت خاک میں اکسیر اعظم کے خواص بتلا گئے۔ ہر چوب خشک میں عصائے موسیٰ کے کرشمے دکھائے۔ ہر نمرود وقت کو ابراہیم خلیل سے جا ملایا۔ ہر فرعون بے سامان کو قادر مطلق سے جا بھڑایا۔ جس کے مداح بنے اسے ایسا بانس پر چڑھایا کہ خود ممدوح کو اپنی تعریف میں کچھ مزہ نہ آیا۔ غرض نامۂ اعمال ایسا سیاہ کیا کہ کہیں سفیدی باقی نہ چھوڑی۔

چو پرسش گنہ روز حشر خواہد بود — تمسکات گناہان خلق پارہ کنند

بیس برس کی عمر سے چالیس سال تک تیلی کے بیل کی طرح اسی ایک چکر میں پھرتے

رہے اور اپنے نزدیک سارا جہان طے کر چکے۔ جب آنکھیں کھلیں تو معلوم ہوا کہ جہاں سے چلے تھے اب تک وہیں ہیں۔

شکست رنگ شباب و ہنوز رعنائی
دراں دیار کہ زاد کا ہنوز آگجائی

نگاہ اٹھا کر دیکھا تو دائیں بائیں آگے پیچھے ایک میدان وسیع نظر آیا جس میں بیشمار راہیں چاروں طرف کھلی ہوئی تھیں اور خیال کے لیے عرصہ تنگ نہ تھا۔ جی میں آیا کہ قدم آگے بڑھائیں اور اس میدان کی سیر کریں۔ مگر جو قدم بیس برس تک ایک چال سے دوسری چال نہ چلے ہوں اور جن کی دوڑ گز دو گز زمین میں محدود رہی ہو ان سے اس وسیع میدان میں کام لینا آسان نہ تھا۔ اس کے سوا بیس برس کی بیکار اور نکمی گردش میں ہاتھ پاؤں چور ہو گئے تھے اور طاقت رفتار جواب دے چکی تھی۔ لیکن پاؤں میں چکر تھا۔ اس لیے نچلا بیٹھنا بھی دشوار تھا۔ چند روز اسی تردد میں یہ حال رہا کہ ایک قدم آگے نہ بڑھتا تھا اور نہ پیچھے ہٹتا تھا ناگاہ دیکھا کہ ایک خدا کا بندہ[1] جو اس میدان کا مرد ہے ایک دشوار گزار راستے میں رواں ہے بہت سے لوگ جو اس کے ساتھ چلے تھے تھک کر پیچھے رہ گئے ہیں بہت سے ابھی اس کے ساتھ افتاں و خیزاں چلے جاتے ہیں مگر ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی ہیں۔ پیروں میں چھالے پڑے ہیں دم چڑھ رہا ہے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں لیکن وہ اولوالعزم آدمی جو ان سب کا رہنما ہے اسی طرح تازہ دم ہے۔ نہ اسے رستے کی تکان ہے۔ نہ ساتھیوں کے چھوٹ جانے کی پرواہ ہے نہ منزل کی دوری سے کچھ ہراس ہے اس کی چتونوں میں غضب کا جادو بھرا ہے کہ اس کی ایک نگاہ ادھر بھی پڑی اور اپنا کام کر گئی۔ بیس برس کے تھکے ہارے خستہ دل رفتہ

---

[1] یعنی ڈاکٹر سر سید احمد خان (غفر اللہ لہ)

اسی دشوار گزار راستہ پر پڑ لیے۔ نہ یہ خبر ہے کہ کہاں جاتے ہیں۔ نہ یہ معلوم ہے کہ کیوں جاتے ہیں۔ نہ طلب طاقتور ہے نہ قدم راسخ ہے۔ نہ عزم ہے نہ استقلال۔ نہ صدق ہے نہ اخلاص ہے۔ مگر ایک زبردست ہاتھ ہے کہ کھینچے لیے چلا جاتا ہے۔

آن دل کہ رم نمودے از خوبرو جوانان
دیرینہ سالِ پیرے بردش بیک نگاہے

زمانے کا نیا ٹھاٹھ دیکھ کر پرانی شاعری سے جی سیر ہو گیا تھا اور جھوٹے ڈھکوسلے باندھنے سے شرم آنے لگی تھی۔ نہ یاروں کی اکھاڑوں سے دل بڑھتا تھا۔ نہ ساتھیوں کی ریس سے کچھ جوش آتا تھا۔ مگر یہ ایک ایسے ناسور کا منہ بند کرنا تھا جو کسی نہ کسی راہ سے تراوش کیے بغیر نہیں رہ سکتا اس لیے بخارات دردنی جن کے رکنے سے دم گھٹا جاتا تھا دل و دماغ میں تلاطم کر رہے تھے اور کوئی رخنہ ڈھونڈھتے تھے قوم کے ایک سچے خیر خواہ نے (جو اپنی قوم کے سوا تمام ملک میں اسی نام سے پکارا جاتا ہے اور جس طرح خود اپنے پرزور ہاتھ اور قوی بازو سے بھائیوں کی خدمت کر رہا ہے اس طرح ہر اپاہج اور نکمے کو اسی کام میں لگانا چاہتا ہے) آ کر ملامت کی اور غیرت دلائی کہ "حیوان ناطق ہونے کا دعوا کرنا اور خدا کی دی ہوئی زبان سے کچھ کام نہ لینا بڑی شرم کی بات ہے"۔

اے چو انسان لب بجنبان در دہن
ورنہ چہ جاد کی لاف انسانی مزن

قوم کی حالت تباہ ہے۔ عزیز ذلیل ہو گئے ہیں۔ شریف خاک میں مل گئے ہیں۔ علم کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ دین کا صرف نام باقی ہے۔ افلاس کی گھر گھر پکار ہے۔ پیٹ کی چاروں طرف دوہائی ہے۔ اخلاق بالکل بگڑ گئے ہیں اور بگڑتے جاتے ہیں۔ تعصب کی گنگھور گھٹا تمام قوم پر چھائی ہوئی ہے۔ رسم و رواج کی بیڑی ایک ایک کے پاؤں میں پڑی ہے جہالت اور تقلید سلف کی گردن پر سوار ہے۔ اُمرا جو قوم کو بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں غافل اور بے پرواہ ہیں۔ علما جن کو قوم کی اصلاح میں بڑا دخل ہے زمانہ کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے ناواقف ہیں۔ ایسے وقت میں جس سے جو کچھ بن آئے

سو بعتر ہے ورنہ ہم سب ایک ہی ناؤ میں سوار ہیں۔ اور ساری ناؤ کی سلامتی میں ہماری سلامتی ہے۔ ہر چند لوگ بہت کچھ لکھ چکے۔ اور لکھ رہے ہیں مگر نظم جو کہ انسان کو بالطبع مرغوب ہے۔ اور خاص کر عرب کا ترکہ اور مسلمانوں کا موروثی حصہ ہے قوم کے بیدار کرنے کے لیے اب تک کسی نے نہیں لکھی اگرچہ ظاہر ہے کہ اور تدبیروں سے کیا ہوا جو اس تدبیر سے ہوگا۔ مگر ایسی تنگ حالتوں میں انسان کے دل پر ہمیشہ دو طرح کے خیال گزرتے رہتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسرے یہ کہ ہم کو کچھ کرنا چاہیے پہلے خیال کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ نہ ہوا اور دوسرے خیال سے دنیا میں بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہو گئے۔

در نومیدی بسے امید است پایان شب سیہ سفید است

کہ شکل تھی اور اس خدمت کا بوجھ اٹھانا دشوار تھا مگر ناصح کی جادو بھری تقریر جی میں گھر کر گئی۔ دل ہی سے نکلی تھی دل ہی میں جا کر ٹھہری برسوں کی بجھی ہوئی طبیعت میں ایک ولولہ پیدا ہوا اور باسی کڑھی میں ایک ابال آیا۔ افسردہ دل اور بوسیدہ دماغ جو امراض کے متواتر حملوں سے کسی کام کے نہ رہے تھے انھیں سے کام لینا شروع کیا اور ایک مسدس کی بنیاد ڈالی۔ دنیا کے مکروہات سے فرصت بہت کم ملی اور بیماریوں کے ہجوم سے اطمینان کبھی نصیب نہ ہوا۔ مگر ہر حال میں یہ دھن لگی رہی۔ بارے الحمد للہ کہ بہت سی دقتوں کے بعد ایک ٹوٹی پھوٹی نظم اس عاجز بندہ کی بیاط کے موافق تیار ہو گئی اور ناصح مشفق سے شرمندہ نہ ہونا پڑا۔ صرف ایک امید کے سہارے پر یہ راہ دور دراز طے کی گئی ہے ورنہ منزل کا نشان نہ اب تک ملا ہے اور نہ آیندہ

---

(۱) اور وہ ایسا خدا ہے کہ جب لوگ نا امید ہو جاتے ہیں تو وہ مینھ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔ ۱۲

ملنے کی توقع ہے۔

خبرم نیست کہ منزل گہ مقصود کجاست
اینقدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

اس مسدس کے آغاز میں پانچ سات بند تمہید کے لکھ کر اول عرب کی اس ابتر حالت کا خاکہ کھینچا ہے جو ظہورِ اسلام سے پہلے تھی اور جس کا نام اسلام کی زبان میں جاہلیت رکھا گیا۔ پھر کوکبِ اسلام کا طلوع ہونا اور نبیٔ امی کی تعلیم سے اس ریگستان کا دفعۃً سرسبز و شاداب ہو جانا اور اس ابرِ رحمت کا امت کی کھیتی کو رحلت کے وقت ہرا بھرا چھوڑ جانا اور مسلمانوں کا دینی و دنیوی ترقیات میں تمام عالم پر سبقت لے جانا بیان کیا ہے اس کے بعد ان کے تنزل کا حال لکھا ہے اور قوم کے لیے اپنے بے ہنر ہاتھوں سے ایک آئینہ خانہ بنایا ہے جس میں آ کر وہ اپنے خط و خال دیکھ سکیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ ہم کون تھے اور کیا ہو گئے۔ اگرچہ اس جانکاہ نظم میں جس کی دشواریاں لکھنے والے ہی کا دل اور دماغ خوب جانتا ہے، بیان کا حق نہ کچھ ادا ہوا ہے نہ ہو سکتا تھا مگر شکر ہے کہ جس قدر ہو گیا اتنی بھی امید نہ تھی۔ ہمارے ملک کے اہل مذاق ظاہرا اس روکھی پھیکی سیدھی سادھی نظم کو پسند نہ کریں گے کیونکہ اس میں یا تاریخی واقعات ہیں یا چند آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ ہے۔ یا جو آج کل قوم کی حالت ہے اس کا صحیح صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے۔ نہ کہیں نازک خیالی ہے۔ نہ رنگین بیانی ہے۔ نہ مبالغہ کی چاٹ ہے نہ تکلیف کی چاشنی۔ غرض کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ جس سے اہل وطن کے کان مانوس اور مذاق آشنا ہوں اور کوئی کرشمہ ایسا نہیں ہے کہ ما لا[1] عینٌ رأت ولا اذنٌ سمعت ولا خطر علی قلب بشر۔ گویا اہل دہلی و لکھنؤ کی دعوت میں ایک ایسا دسترخوان چنا گیا ہے جس میں ابالی کھچڑی اور بے مرچ سالن کے سوا کچھ بھی نہیں

۱؎ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل میں گزرا ۱۲

مگر اس نظم کی ترتیب مزے لینے اور واہ واہ سننے کے لیے نہیں کی گئی ہے بلکہ عزیزوں اور دوستوں کو غیرت اور شرم دلانے کے لیے کی گئی ہے اگر دیکھیں اور پڑھیں اور سمجھیں تو ان کا احسان ہے ورنہ کچھ شکایت نہیں۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن ست و بس   در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتان غریبتان فاحتملوھما

دو باتیں نادر ہیں ان کو گوارا کرو

دانائی کی بات جو نادان کہے اسے قبول کرو   اور نادانی کی بات جو دانا کہے اسے بخش دو

رباعی

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ ابھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد
دریا کا ہمارے جو اترنا دیکھے

مسدس

کسی نے یہ بقراط[1] سے جاکے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
کہ جس کی دوا حق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں

---

[1] یہ شخص قدیم دار الخلافہ شام یعنی شہر حمص میں سکندر سے تقریباً سو برس پہلے گزرا ہے عربی زبان میں طب کی کوئی کتاب بقراط کی کتابوں سے پہلے ترجمہ نہیں ہوئی ۱۲

سبب یا علامت گر ان کو سجھائیں
تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں
یونہی رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں
طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ
یہاں تک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے
بھنور میں جہاز آکے جس کا گھرا ہے
کنارا ہے دور اور طوفاں بپا ہے
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتی
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے
چپ و راست سے یہ صدا آرہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

پر اس قوم غافل کی غفلت وہی ہے
تنزل پہ اپنی قناعت وہی ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہی ہے
ہوئی صبح اور خواب راحت وہی ہے
نہ افسوس انہیں اپنی ذلت پہ ہے کچھ
نہ رشک اور قوموں کی عزت پہ ہے کچھ

بہائم کی اور ان کی حالت ہے یکساں
کہ جس حال میں ہیں اسی میں ہیں شاداں
نہ ذلت سے نفرت نہ عزت کا ارماں
نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں
لیا عقل و دیں سے نہ کچھ کام انہوں نے
کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے

وہ دیں جس نے اعدا کو اخواں بنایا
وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوار دوراں بنایا
گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا

---

۲ طب کی اصطلاح میں سبب وہ چیز ہے جس سے مرض پیدا ہو۔ اور علامت جس سے مرض پہچانا جائے ۱۲
۳ جیساکہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے
یعنی تم دشمن تھے سو خدا نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور ہو گئے تم اسکے فضل سے بھائی بھائی ۱۲

وہ خطہ جو تھا ایک ڈھونڈوں کا گلہ
گراں کر دیا اس کا عالم سے پلہ

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا (چرچا یعنی شہرت ۱۲)
جہاں سے الگ اک جزیرہ نما[۱] تھا
زمانے سے پیوند جس کا جدا تھا
نہ کشورستاں تھا نہ کشورکشا تھا
تمدن[۲] کا اس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسی تھی روح پرور
کہ قابل ہی پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھ ایسے سامان تھے واں میسر
کنول جس سے کھل جائیں دل کے سراسر
نہ سبزہ[۳] تھا صحرا (ریگستان ۱۲) میں پیدا نہ پانی
فقط آب باراں پہ تھی زندگانی

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں
لوؤں کی لپٹ باد صرصر (آندھی) کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں
کھجوروں کے جھنڈ اور خار مغیلاں (ببول ۱۲)
نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات (موجودات ۱۲) اسکی یہ تھی

نہ واں مصر[۴] کی روشنی جلوہ گر تھی
نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبع بشر تھی
خدا کی زمیں بن جتی سربسر تھی
پہاڑ اور صحرا میں ڈیرا تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

---

۱ جزیرہ نما جغرافیہ کی اصطلاح میں خشکی کا وہ قطعہ ہے جس کے تین طرف پانی اور ایک طرف خشکی ہو ۱۲

۲ عربی میں سویلزیشن یعنی (تہذیب) کا ترجمہ تمدن کیا گیا۔ چنانچہ عرب یورپ کی سلطنتوں کو دول المتمدن کہتے ہیں ۱۲

۳ یعنی عرب میں سبزہ باغ و آب جاری وغیرہ میں سے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے دماغ انسانی میں تازگی دل میں شگفتگی قوی میں طاقت پیدا ہو ۱۲

۴ مصر کی روشنی یعنی مصر کے علوم و فنون سے مراد ہے مصر کی ترقی ہنر اور فارس کے سوا تمام دنیا سے مقدم مانی گئی ہے چنانچہ یونان بھی مصر ہی کے پرتو سے روشن ہوا تھا ۱۲

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا | کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا | بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی | طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا | خلیلؑ ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیت نے تھا جس کو تاکا | کہ اس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدیٰ کا
وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا | جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا | کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا | اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابرِ ظلمت میں تھا مہرِ انور | اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

۱؎ صابئین کا فرقہ ستاروں کو پوجتا تھا اور آگ کی بھی تعظیم کرتا تھا۔ عیسائی تثلیث کے قائل تھے۔ عیسائی درویش، جو پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے اور دنیا کی لذتیں ترک کر دیتے تھے وہ راہب کہلاتے تھے جو لوگ علم غیب کا دعویٰ کرتے تھے اور زمانہ آیندہ کی خبریں دے کر لوگوں کو فریفتہ کرتے تھے یہ سب فرقے جزیرہ نما عرب میں جمع تھے ۱۲

۲؎ اس گھر سے مراد خانہ کعبہ ہے جو کہ بنائے حضرت سلیمانؑ یعنی بیت المقدس سے نو سو برس پہلے اور حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے دو ہزار برس پہلے تعمیر ہوا تھا ۱۲

۳؎ ہبل۔ صفا۔ عزّیٰ۔ نائلہ۔ چاروں بتوں کے نام ہیں ان کے سوا لات اور منات اور اساف وغیرہ اور بہت سے بت تھے اور ہر ایک بت کسی خاص قبیلے کے ساتھ مخصوص تھا ۱۲

۴؎ فاران سے مراد مکہ کا پہاڑ ہے اس شعر میں اس بشارت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کی بابت حضرت موسیٰؑ نے توریت میں اور حبقوق نبی نے اپنی کتاب میں دی ہے اس بشارت کے اردو ترجمہ کے لفظ یہ ہیں "خدا سینا سے نکلا ساعیر سے چمکا فاران کے پہاڑ سے ظاہر ہوا۔ اسکے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن اور لشکر ملائکہ کے ساتھ آیا" کوہ سینا کو حضرت موسیٰؑ سے اور کوہ ساعیر کو حضرت عیسیٰؑ سے اور کوہ فاران کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت دی ہے (توریت کتاب پنجم باب ۳۳-۲) "وہ آئیگا اللہ جنوب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمان کو بادلوں سے چھپا دیا اس کی ستائش سے زمین بھر گئی" کتاب حبقوق باب ۳-۳۔

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ ہر اک لوٹ مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے
نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند اک ہوتا تھا گر واں شرارا تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی(1) صدی جس میں آدھی انھوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ
اسی طرح اک اور خونریز بیدا عرب میں لقب حرب داحس(2) ہے جس کا
رہا ایک مدت تک آپس میں برپا بہا خون کا ہر طرف جس میں دریا
سبب اس کا لکھا ہے یہ اصمعی(3) نے کہ گھوڑ دوڑ میں چھیڑ کی تھی کسی نے

---

(1) یہ لڑائی جاہلیت کے اشعار میں حرب بسوس کے نام سے مذکور ہے بنیاد اسکی یہ تھی کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت میں چلا گیا۔ کھیت والی عورت نے اسے مارا۔ اونٹ والے نے عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی اس بات پر سنہ ۴۹۲ء سے سنہ ۵۳۴ء تک برابر لڑائی رہی۔ اول یہ لڑائی بنی بکر اور بنی تغلب میں شروع ہوئی تھی مگر رفتہ رفتہ تمام عرب کے قبیلے اس میں شریک ہو گئے اور ابتدا سے آخر تک ستر ہزار آدمی مارے گئے ۱۲

(2) یہ لڑائی سنہ ۵۶۸ء سے سنہ ۶۲۱ء تک جاری رہی داحس ایک گھوڑا تھا۔ گھوڑ دوڑ میں وہ آگے بڑھا جاتا تھا ایک شخص نے ڈھکو اسے بدکا دیا۔ اتنی بات پر ایسا رن پڑا کہ قبیلے کے قبیلے کٹ مرے اس لڑائی کا خاتمہ بالکل اس وقت ہوا جب بعض قبیلے اسلام لائے ۱۲

(3) اصمعی سے زمانۂ جاہلیت کے اکثر قصے منقول ہیں ۱۲

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا
یونہی روز رہتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اسکو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جوا انکی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی
بہت اسطرح انکو گزری تھیں گھڑیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

ولادت شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس[۱] ابر رحمت
ادا خاک بطحا[۲] نے کی وہ ودیعت (امانت ۱۲)
چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ[۳] سے ہویدا
دعائے خلیل[۴] اور نوید (بشارت ۱۲) مسیحا

۱؎ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو کہ مکہ معظمہ سے جانب مشرق واقع ہے مکہ اسکے نیچے مغرب کی جانب آباد ہے ۱۲

۲؎ بطحا ایک مقام مکہ اور منےٰ کے درمیان واقع ہے مگر بطحا کا اطلاق عموماً ارض مکہ پر کیا جاتا ہے بطحا لغت میں اس زمین کو کہتے ہیں جس میں سنگریزے کثرت سے ہوں ۱۲

۳؎ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام ہے ۱۲

۴؎ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنے دادا ابراہیم کی دعا اور بھائی عیسےٰ کی بشارت ہوں۔ کیونکہ حضرت ابراہیم نے جیسا کہ سورۂ بقر کے رکوع پندرہ میں مذکور ہے دعا کی تھی کہ الٰہی مکہ والوں میں ایک نبی انھیں میں سے مبعوث کر اور حضرت عیسیٰ نے جیسا کہ سورۂ صف کے پہلے رکوع میں اور انجیل یوحنا کے سولھویں باب میں ہے اپنی قوم کو بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک نبی آویگا جس کا نام فارقلیط یعنے (احمد) ہوگا ۱۲

بعثت حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت
کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت
یہ چالیسویں سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے[1]

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا[2]
مرادیں غریبوں کی بر لانیوالا
مصیبت میں غیروں کی کام آنیوالا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانیوالا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنیوالا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

ہجرت [illegible]

مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اسکی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

پڑی کان میں دھات تھی اک نکمی
نہ کچھ قدر تھی اور نہ قیمت تھی جسکی
طبیعت میں جو اسکی جوہر تھے اصلی
ہوئے سب تھے مٹی میں مل کر وہ مٹی
یہ تھا ثبت علم قضا و قدر میں[3]
کہ بنجائے گی وہ طلا اک نظر میں
کندن ١٢

---

[1] کوہ حرا جو کہ مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اسمیں ایک غار ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت سے پہلے اکثر ذکر فرمایا کرتے تھے اسی غار کو غار حرا کہتے ہیں سب سے پہلے وحی الٰہی اسی غار میں نازل ہوئی تھی ١٢

[2] یہ اشارہ ہے طرف اس آیۂ پاک کے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی ہم نے تم کو نہیں بھیجا ہے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم الا رحمت بنا کر تمام عالم کے لیے ١٢

[3] یہ استعارہ ہے طرف کلام مجید و فرقان حمید کے ١٢

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر — تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسب فرمان داور — سو دشت اور چڑھ کے کوہ صفا[1] پر
یہ فرمایا سب سے کہ "اے آل غالب[2] — سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب"
کہا سب نے "قول آج تک کوئی تیرا — کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا"
کہا "گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا — تو باور کرو گے اگر میں کہوں گا؟
کہ فوج گراں پشت کوہ صفا پر — پڑی ہے کہ لوٹے تمہیں گھات پا کر"
کہا "تیری ہر بات کا یاں یقیں ہے — کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں[3] ہے"
کہا "گر مری بات یہ دل نشیں ہے — تو سن لو خلاف اس میں اصلا نہیں ہے
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا — ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے — کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے
سبق پھر شریعت کا انکو پڑھایا — حقیقت کا گر انکو اک اک بتایا
زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر — وہ دکھلا دیے ایک پردہ اٹھا کر

رسالت کی پہلی تبلیغ

تبلیغ شریعت

۱؎ صفا اور مروہ مکہ میں دو پہاڑیاں ہیں جنکے بیچ میں حاجیوں کو سات بار پے در پے دوڑنیکا حکم ہے حضرت اسمٰعیلؑ کی والدہ ماجدہ ہاجرہ پر جب یہاں سخت حالت گزری تھی تو وہ قلق اور اضطراب میں اس مقام پر سرگشتہ و پریشان دوڑی پھرتی تھیں اسی بنا پر مسلمانوں کو یہاں دوڑنے کا حکم ہوا ہے ۱۲

۲؎ قریش کے اکثر قبائل خصوصاً بنی ہاشم اور بنی امیہ غالب کی اولاد ہیں غالب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے دادا کا نام ہے جو کہ عدنان سے گیارہ پشت نیچے ہیں ۱۲

۳؎ آنحضرتؐ کو بسبب انکی نیکی سچائی دیانت وغیرہ کے ابتدا ہی سے امین کا لقب حاصل ہو گیا تھا اور آپکو بعثت سے پہلے سب لوگ محمد امین کہکر پکارتے تھے ۱۲

ظہور اسلام

کسی کو ازل کا نہ تھا یاد پیماںؔ
بھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں
زمانے میں تھا دور صہبائے بطلاں
مئے حق سے محرم نہ تھی بزم دوراں
اچھوتاؔ تھا توحید کا جام اب تک
خم معرفت کا تھا منہ خام اب تک

نہ واقف تھے انساں قضا اور جزاؔ سے
نہ آگاہ تھے مبدا و منتہا سے
لگائی تھی اک اک نے لو ماسواؔ سے
پڑے تھے بہت دور بندے خدا سے
یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہ راعیؔ نے للکار کر جب پکارا

تعلیم توحید

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم
اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم
اسی کی طلب میں مرو جب مرو تم
مبرا ہے شرکت سے اسکی خدائیؔ
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

۱؎ یعنے پیمان الست جسکا اشارہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰى (ترجمہ) کیا نہیں ہوں میں رب تمہارا سب (ارواحوں) نے کہا بیشک تو ہی ہے (رب ہمارا) ۱۲

۲؎ اچھوتا اسے کہتے ہیں جسکو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ہو اور کسی نے استعمال نہ کیا ہو پس یہ مقصود ہے کہ جس توحید کی اسلام نے تعلیم دی وہ ادیان سابقہ کے حصہ میں نہیں آئی تھی ۱۲

۳؎ یعنے کفار عرب قیامت کے منکر تھے ۱۲

۴؎ اصطلاح صوفیہ میں ذات باری کے سوا جو کچھ ہے اسکو ماسوا کہتے ہیں اور اس مصرعہ میں طنزاً معشوق مجازی سے مراد لی ہے۔

۵؎ راعی بکریاں چرانیوالا۔ اس لفظ کا اطلاق انبیا پر اکثر کیا گیا ہے ۱۲

۶؎ تعلیم توحید جیسی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ایسی کسی نبی سے نہیں بن پڑی ۱۲

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں — مہ و مہر ادنےٰ سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں — نبی اور صدیق[1] مجبور ہیں واں
نہ پرستش ہے رہبان[2] و احبار[3] کی واں — نہ پروا ہے ابرار و احرار[4] کی واں

(عقل ۱۲ — بادشاہ ۱۲)

نصاریٰ کے مانند دھوکا نہ کھانا — کسی کو خدا کا نہ بیٹا بنانا
مری حد سے رتبہ نہ میرا بڑھانا — بڑھا[5] کر بہت تم نہ مجھ کو گھٹانا
سب انسان ہیں جسطرح سرفگندہ — اسیطرح ہوں میں بھی اک اسکا بندہ

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم — نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم — کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی — کہ بندہ[6] بھی ہوں اسکا اور ایلچی بھی

اسیطرح دل انکا اک اک سے توڑا — ہر اک قبلۂ کج سے منھ اون کا موڑا
کہیں ماسویٰ کا علاقہ نہ چھوڑا — خداوند سے رشتہ بندوں کا جوڑا
کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے — دیئے سر جھکا ان کے مالک کے آگے

---

[1] صدیق ابنیاء پر سب سے پہلے ایمان لانیوالی اور اپنی تمام زندگی راستبازی سے بسر کرنیوالا ۱۲

[2] رہبان عیسائیوں کے درویش ۱۲ [3] احبار عیسائیوں کے علمائے دین ۱۲

[4] احرار جو لوگ خدا کے سوا سب چیزوں سے آزاد اور بے تعلق ہیں ۱۲

[5] یعنے امت مسیحیہ کیطرح تم مجھکو بڑھا کر الوہیت کے درجہ تک نہ پہونچا دینا کیونکہ اس سے دین کے مخالفوں کو طعن کا موقع ملتا ہے اور دین کی تحقیر ہوتی ہے پس انبیا کو انکی حد سے بڑھا دینا گویا انکے رتبہ کو دنیا کی نظر میں گھٹا دینا ہے ۱۲

[6] یہ اشارہ ہے طرف اس آیۂ شریفہ کے "قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" یعنے تم کہدو اے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میں تو تمہارے مثل ایک بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اکیلا جس کا کوئی شریک نہیں ۱۲

بتا اصل مقصود کا پا گیا جب — نشاں گنج دولت کا ہاتھ آ گیا جب
محبت سے دل ان کا گرما گیا جب — سماں اوس پہ توحید کا چھا گیا جب
سکھائے معیشت کے آداب ان کو — پڑھائے تمدن کے سب باب انکو
جتائی اونھیں وقت کی قدر و قیمت — دلائی اونھیں کام کی حرص و رغبت
کہا چھوڑ دینگے سب[1] آخر رفاقت — ہوں فرزند و زن اسمیں یا مال و دولت
نہ چھوڑیگا پر ساتھ ہرگز تمہارا — بھلائی میں جو وقت تم نے گزارا
غنیمت[2] ہے صحت علالت سے پہلے — فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے — اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت — جو کرنا ہے کرلو کہ تھوڑی ہے مہلت
یہ کہکر کیا علم پر ان کو شیدا — کہ[3] ہیں دور رحمت سے سب اہل دنیا
مگر دھیان ہے جنکو ہر دم خدا کا — ہے تعلیم کا یا سدا جن میں چرچا
اونھیں کے لیے یاں ہے نعمت خدا کی — اونھیں پر ہے واں جا کے رحمت خدا کی

---

[1] یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے
پیچھے لگی جاتی ہیں مردہ کے تین چیزیں اوسکے قرابتی لوگ اور مال اور عمل سو دو تو پلٹ آتی ہیں اور
ایک رہجاتی ہے قرابتی لوگ اور مال تو پلٹ آتے ہیں اور اسکا عمل اسکے ساتھ رہ جاتا ہے ۱۲

[2] یہ گویا اس حدیث کا ترجمہ ہے
یعنے غنیمت جانو پانچ چیزونکو پانچ چیزونکے پہلے جوانی کو بڑھاپے کے پہلے تندرستی
کو بیماری کے پہلے تونگری کو محتاجی کے پہلے فرصت کو کام سے پہلے۔ زندگی کو موت سے پہلے ۱۲

[3] یہ اس حدیث کیطرف اشارہ ہے
آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر
اور جو اس قبیل سے ہو یا علم سکھانیوالا اور علم سیکھنے والا ۱۲

سکھائی انہیں نوع انساں پہ شفقت
کہا ہے یہ اسلامیوں کی علامت[1]
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت
شب و روز پہونچاتے ہیں اسکو راحت
وہ جو حق سے اپنے لیے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لیے چاہتے ہیں

خدا رحم[2] کرتا نہیں اس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جائے سر پر
پڑے غم کا سایہ نہ اس بے اثر پر
کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ڈرایا تعصب سے ان کو یہ کہہ کر
کہ[3] زندہ رہا اور مرا جو اسی پر
ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر
وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اس کے یاور
نہیں حق سے کچھ اس محبت کو بہرا
کہ جو تم کو اندھا کرے اور بہرا

بچایا برائی سے ان کو یہ کہہ کر
کہ طاعت سے ترک معاصی ہے بہتر
ورع کا ہے ذات میں جن کی جوہر
نہ ہونگے کبھی عابد ان کے برابر
کرو ذکر اہل ورع کا جہاں تم
نہ لو عابدوں کا کبھی نام واں تم[4]

---

(۱) اس حدیث کیطرف اشارہ ہے اَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا نیکی کر اپنے ہمسایہ کے ساتھ تو ہوگا تو مومن اور چاہ کر لوگوں کے واسطے جو چاہتا ہے تو اپنے لیے ہوگا تو پکا مسلمان ۱۲

(۲) یہاں دو حدیثوں کا ترجمہ ہے اول لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَا یَرْحَمُ النَّاسَ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اسپر رحم نہیں فرماتا۔ دوم اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ تم رحم کرو اس پر جو زمین میں ہے تم پر رحم کرے گا وہ جو آسمان میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ ۱۲

(۳) یہ اس حدیث کا ماحصل ہے۔ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّةٍ وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّةً وَلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَاتَ عَلٰی عَصَبِیَّةٍ جو حق پر نہ ہو اسکی حمایت کرنیوالا ہم میں سے نہیں ہے اور جو ناحق کی طرفداری میں جنگ کرے اور لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو ناحق کی حمایت یعنی تعصب پر مرے وہ بھی ہم میں سے نہیں ۱۲

(۴) یہ اس حدیث کا ماحصل ہے ذُکِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ بِعِبَادَةٍ وَاجْتِهَادٍ وَذُکِرَ آخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَا تَعْدِلْ بِالرِّعَةِ یَعْنِی الْوَرَعَ ذکر کیا گیا ایک شخص کا رسول اللہ ﷺ سے ساتھ عبادت اور اجتہاد کے اور دوسرے کا ذکر کیا گیا ساتھ تقویٰ اور پارسائی کے پس فرمایا حضور نبی صلعم نے کہ مت برابر شمار کرو تقویٰ کے ۱۲

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی
کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی[1]
خبر تاکہ لو اوس سے اپنی پرائی
نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی
طلب سے ہے دنیا کی گر یاں یہ نیت
تو چمکو گے واں ماہ کامل کی صورت

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر
کہ ہیں تم میں جو اغنیا اور تونگر
اگر اپنے طبقے میں ہوں سب سے بہتر
بنی نوع کے ہوں مددگار و یاور
نہ کرتے ہوں بے مشورت کام ہرگز
اور اٹھاتے نہوں بیدھڑک گام ہرگز

تو مردوں سے آسودہ تر ہے وہ طبقہ
زمانہ مبارک ملے جس کو ایسا
پر جب اہل دولت ہوں اشرار دنیا
نہو تیغ میں جن کو اوروں کی پروا
نہیں اس زمانہ میں کچھ خیر و برکت
اقامت سے بہتر ہے اس وقت رحلت[2]

دیے پھیر دل اونکے مکر و ریا سے
بھرا ان کے سینہ کو صدق و صفا سے
بچایا اونھیں کذب سے افترا سے
کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے
رہا قول حق میں نہ کچھ باک اونکو
بس اک شوب میں کر دیا پاک اونکو

---

[1] اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ من طلب الدنیا حلالا استعفافا عن المسألۃ وسعیا علی اھلہ وتعطفا علی جارہ لقی اللہ تعالیٰ یوم القیامۃ ووجھہ مثل القمر لیلۃ البدر۔ جو شخص حلال روزی کی کوشش کرے اور اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے گزارہ کے لیے اور ہمسایہ کے ساتھ سلوک کرنے کے لیے اور سوال سے بچنے کیلئے تو ایسا دنیادار قیامت کے دن خدا سے اسطرح ملاقات کریگا کہ اوسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا ۱۲

[2] یہ اس حدیث کا ماحصل ہے اذا کان امراؤکم خیارکم واغنیاؤکم سمحاءکم وامورکم شوریٰ بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کان امراؤکم شرارکم واغنیاؤکم بخلاءکم وامورکم الی نساءکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا جب کہ ہوویں رؤسا تم میں کے بہتر تمہارے لیے اور تو انگر تم میں کے سخی اور امورات تمہارے مشورت سے پس پیٹھ زمین کی بہتر تمہارے لیے اور تو انگر تم میں کے اور جبکہ رؤسا تمہارے دنیا بھر سے بدتر ہوں اور تو انگر تمہارے کنجوس اور امورات تمہارے عورتوں پر محول ہوں پس پیٹ زمین کا بہتر ہے تمہارے لیے اس کی پیٹھ سے ۱۲

کہیں حفظِ صحت کے آئیں سکھائے سفر کے کہیں شوق ان کو دلائے
مفاد ان کو سوداگری کے سجھائے اصول ان کو فرمانرہی کے بتائے
نشان راہ و منزل کا اک اک دکھایا بنی نوع کا ان کو رہبر بنایا

ہوئی ایسی عادت پہ تعلیم غالب کہ باطل کے شیدا ہوئے حق کے طالب
مناقب سے بدلے گئے سب مثالب ہوئے روح سے بہرہ ور ان کے قالب
جسے راج[۱] رد کر چکے تھے وہ پتھر ہوا جا کے آخر قائم سرے پر

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی[۲] حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

سب اسلام کے حکم بردار بندے سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے
وہ کفر و باطل سے بیزار سارے نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے خدا کے لیے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

مضمون — رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم — خلافت راشدہ

---

۱ یہ اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے جو انجیل متی کے باب ۲۱ میں ہے اور جس کو مسلمان بنی اسمعیل کے حق میں سمجھتے ہیں ۱۲

۲ یعنی جب نبی کی تعلیم سے خدا نے اپنے بندوں کو دین حق سے مطلع کر دیا اور کسی کو یہ کہنے کا منصب نہ رہا کہ ہم پر خدا نے نبی نہ بھیجا ۱۲

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا
تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا
خلاف آشتی سے خوش آیندہ تر تھا
یہ تھی موج پہلی[1] اس آزادگی کی
ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت
نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر[2] کی تھی ایک صورت
فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے امت کے ایسے نگہباں
ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپان
سمجھتے تھے ذمی[3] و مسلم کو یکساں
نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں
کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

وہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ انکی
فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ انکی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ انکی
شریعت کے قبضے میں تھی باگ انکی
جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

---

[1] یعنی جو آزادگی آخر کو یورپ و امریکہ میں پھیلی اور جسنے دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ کو سرسبز کر دیا اوسکی بنیاد اول خلافت راشدہ کے زمانہ میں پڑی تھی جیسا کہ مختصر طور پر اس مسدس میں بیان کیا گیا ہے ۱۲

[2] خلیفہ وقت جس کا کمل کھجور کے تنکوں سے سلا ہوتا تھا وہ اونٹوں کی مالش اپنے ہاتھ سے کیا کرتا تھا مشک کاندھے پر رکھ کر لوگوں کے گھروں میں پانی بھر آتا تھا میدان جنگ سے آئے ہوئے خطوط ہر ایک کے مکان پر جا کر خود دے آتا تھا اور پھر اونکے جواب لے کر لشکر کو روانہ کرتا تھا ۱۲

[3] ذمی اون لوگوں کو کہتے ہیں جو غیر مسلم ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی امان میں رہتے ہیں ۱۲

کفایت جہاں چاہیے واں کفایت
سخاوت جہاں چاہیے واں سخاوت
جچی اور تلی[1] دشمنی اور محبت
نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت
جھکا حق سے جو جھک گئے اس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

ترقی کا جب دم خیال ان کو آیا
اک اندھیر تھا ربع[2] مسکون میں چھایا
ہر اک قوم پر تھا تنزل کا سایا
بلندی سے تھا جس نے سب کو گرایا
وہ نیشن[3] جو ہیں آج گردوں کے تارے
دھندلکے[4] میں پستی کی پنہاں تھے سارے

نہ وہ دور دورہ تھا عبرانیوں کا
نہ یہ بخت و اقبال نصرانیوں کا
پراگندہ دفتر تھا یونانیوں کا
پریشاں تھا شیرازہ ساسانیوں[5] کا
جہاز اہل رومہ[6] کا تھا ڈگمگاتا
چراغ اہل ایران کا تھا ٹمٹماتا

[illegible]

---

۱ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے کسی جنگ میں اپنے دشمن کو مغلوب کیا اور جب قتل کرنا چاہا تو اوس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً اسکے سینہ سے اتر آئے دشمن نے متعجب ہو کر اپنے چھوڑ دینے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ تجھ کو تیرا قتل کرنا محض اللہ کے واسطے تھا تیرے تھوکنے پر مجھکو غصہ آگیا اور اب چونکہ نفس کی شرکت ہو گئی ہے لہذا نفسانیت کے ساتھ میں نے قتل کرنا پسند نہ کیا اس بیان پاک کا آپکے دشمن پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً ایمان لاکر مشرف باسلام ہو گیا ۱۲

۲ کرہ زمین پر ایک چوتھائی خشکی اور تین چوتھائی پانی مانا جاتا ہے پس ایک چوتھائی خشکی کا نام ربع مسکون ہے ۱۲

۳ یعنی یورپ و امریکہ کی ترقی یافتہ قومیں نیشن انگریزی میں قوم کو کہتے ہیں ۱۲

۴ دھندلکا تاریکی اور روشنائی کے درمیان ایک تیسری حالت جسمیں کوئی چیز اچھی طرح محسوس نہ ہوتی ہو مجازاً تاریکی کو بھی کہتے ہیں۔

۵ ساسان پسر دارا کی اولاد میں جو بادشاہ ہوئے ہیں وہ ساسانی کہلاتے ہیں ۱۲

۶ رومہ اٹلی کا بڑا مشہور شہر ہے جو کہ دریائے ٹائبر کے بائیں کنارہ بحرۂ شام سے سولہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے رومیوں کی شاہنشاہی کے عہد میں یہی شہر دار السلطنت تھا۔ جہاز کو رومہ کے ساتھ اور چراغ کو عہد اخبار یعنی قدمائے اہل فارس کے ساتھ جو مناسبت ہے ظاہر ہے ۱۲۔

ادھر ہند میں ہر طرف تھا اندھیرا
کہ تھا گیان گن کا لدا یاں سے ڈیرا
ادھر تھا عجم[۱] کو جہالت نے گھیرا
کہ دل سب نے کیش و کنش سے تھا پھیرا
نہ بھگوان کا دھیان تھا گیانیوں میں
نہ یزداں پرستی تھی یزدانیوں[۲] میں

ہوا[۳] ہر طرف موج زن تھی بلا کی
گلوں پر چھری چل رہی تھی جفا کی
عقوبت کی حد تھی نہ پرسش خطا کی
پڑی لٹ رہی تھی ودیعت خدا کی
زمیں پر سے تھا ابر ستم کا ڈیرا
تباہی میں تھا نوع انساں کا بیڑا

وہ قومیں جو ہیں آج غمخوار انساں
درندوں کی اور ان کی طینت تھی یکساں
جہاں عدل کے آج جاری ہیں فرماں
بہت دور پہنچا تھا واں ظلم و طغیاں
بنے آج جو گلہ باں ہیں ہمارے
وہ تھے بھیڑیے آدمی خوار سارے

ہنر کا جہاں گرم بازار ہے اب
جہاں عقل و دانش کا بیوپار ہے اب
جہاں ابر رحمت گہر بار ہے اب
جہاں ہن[۴] برستا لگاتار ہے اب
تمدن کا پیدا نہ تھا واں نشاں تک
سمندر کی آئی نہ تھی موج واں تک

---

۱ عجم لفظ عربی ہے عرب کی زمین کے سوا ہر زمین کو عجم کہہ سکتے ہیں مگر اطلاق اس کا ایران و توران تک ہے ۱۲

۲ یزدانی سے مراد پارسی ہیں جو ایک خیر کا اور دوسرا شر کا خالق مانتے ہیں پہلے کو یزداں اور دوسرے کو اہرمن کہتے ہیں ۱۲

۳ زمانہ وسطے ہیں جو کہ حضرت عیسیٰ سے لیکر سنہ ۱۵۰۰ مسیحی تک رہا تقریباً آٹھ سو برس سے تمام یورپ میں تاریکی اور اندھیرا چھایا رہا ظلم اور بد نظمیاں جہل اور ضلالت اور بے دیانتی وغیرہ تمام قوموں پر غالب تھی یہی حالی ایشیا اور افریقہ میں تھا اس وقت اسلام کی بدولت صرف عرب نے پرانی دنیا کے ہر ایک گوشہ میں روشنی پھیلائی تھی ۱۲

۴ ہن ایک سونے کا سکہ تھا جو کسی زمانہ میں دکن میں جاری تھا اور محاورہ میں ہن برسنے سے دولت کی کثرت و افراط مراد ہوتی ہے یہاں دولت علم مقصود ہے ۱۲

نہ رستہ ترقی کا کوئی کھلا تھا — نہ زینہ بلندی پہ کوئی لگا تھا
وہ صحرا انھیں قطع کرنا پڑا تھا — جہاں نقش پا تھا نہ شور درا تھا
جونہی کان میں حق کی آواز آئی — لگا کرنے خود انکا دل رہنمائی

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اوٹھی — پڑی چار سو یک بیک دھوم جسکی
کڑک اور دمک دور دور اسکی پہونچی — جو ٹیگس[1] پہ گرجی تو گنگا پہ برسی
رہی اس سے محروم آبی نہ خاکی — ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

کیا امیوں[2] نے جہاں میں اوجالا — ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا — ہر اک ڈوبتی ناو کو جا سنبھالا
زمانے میں پھیلائی توحید مطلق — لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں — پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
ہوئی آتش افسردہ آتشکدوں میں — لگی خاک سی اوڑنے سب معبدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر — جمے ایک جا سارے دنگل بچھڑ کر

لیے علم و فن ان سے نصرانیوں نے — کیا کسب اخلاق روحانیوں[3] نے
ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے — کہا بڑھ کے لبیک[4] یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا — کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

---

[1] اندلس یعنی اسپین میں ٹیگس سے بڑی کوئی ندی نہیں ہے اسکا طول تخمیناً ساڑھے پانچسو میل ہے ارگون کی حدود سے نکلی ہے اور لسبن میں سمندر سے جا کر ملی ہے۔ مطلب یہ کہ اسلام اسپین سے ہندوستان تک پھیل گیا ۱۲

[2] اُمی ان پڑھ کو کہتے ہیں۔ عرب میں چونکہ قدیم سے تعلیم و تعلم کا رواج نہ تھا اسواسطے وہاں کے باشندوں کو اُمی کہا گیا ہے ۱۲

[3] روحانی وہ لوگ جو اپنے مذہب کی بنا صرف روحانی تعلیم پر منحصر کرتے ہیں جیسے عیسائی ۱۲

[4] لبیک ایک کلمہ ہے جسکو حاجی لوگ مقام عرفات میں بار بار کہتے ہیں اسکے معنے یہ ہیں کہ میں حاضر ہوں ۱۲

ارسطو[۱] کے مردہ فنون کو جلایا
فلاطون[۲] کو پھر زندہ کر کے دکھایا
ہر اک شہر و قریہ کو یونان بنایا
مزہ علم و حکمت کا سب کو چکھایا
کیا برطرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانے کو خواب گراں سے

ہر اک میکدے[۳] سے بھرا جاکے ساغر
ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر
گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر
گرہ میں لیا باندھ حکم پیمبر[۴]
کہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اوسے مال سمجھو

ہر اک علم کے فن کے جویا ہوئے وہ
ہر اک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ
فلاحت میں بےمثل و یکتا ہوئے وہ
سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ
ہر اک ملک میں اونکی پھیلی عمارت
ہر اک قوم نے اونسے سیکھی تجارت

کیا جاکے آباد ہر ملک ویران
مہیا کیے سب کی راحت کے سامان
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیابان
اونھیں کر دیا رشک صحن گلستان
بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود اونھیں کی لگائی ہوئی ہے

---

[۱] ارسطو یونان کے نہایت مشہور حکیموں سے ہیں سکندر اعظم کا استاد اور افلاطون کا شاگرد تھا حضرت عیسیٰؑ سے تین سو بائیس برس پہلے تریسٹھ برس کی عمر میں مرا۔ ۱۲

[۲] فلاطون (افلاطون) ایتھنز دار الخلافہ یونان کا رہنے والا سقراط کا شاگرد نہایت مشہور حکیم ہے اکیاسی برس کی عمر میں حضرت عیسیٰؑ سے تین سو اڑتالیس برس پہلے مرا۔ ۱۲

[۳] یعنے وہ ہر موقع سے علم و حکمت حاصل کرتے تھے ۱۲

[۴] اس حدیث کیطرف اشارہ ہے کہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا حکمت مومن کی گم شدہ شے ہے پس جہاں کہیں وہ پا دے اس کو تو وہی مستحق ہے اس کا۔ ۱۲

یہ ہموار سڑکیں یہ راہیں[۱] مصفّا — دو طرفہ برابر درختوں کا سایا
نشان جا بجا میل[۲] و فرسنگ[۳] کے برپا — سرِ رہ کنوئیں اور سرائیں مہیا
انھیں کے ہیں سب نے یہ چربے[۴] اتارے — اسی قافلے کے نشان ہیں یہ سارے

سدا انکو مرغوب سیر و سفر تھا — ہر اک برّ اعظم[۵] میں ان کا گزر تھا
کھنڈ لا ہوا انکا سب بحر و بر تھا — جو لنکا میں ڈیرا تو بربر[۶] میں گھر تھا
وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو — گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و در کو

---

۱ شیرشاہ نے پانچ برس کی سلطنت میں ایک سڑک بنوائی جو چار مہینے کے راستہ میں پھیلی ہوئی تھی اس سڑک پر سات سات کوس کے فاصلے سے ایک پختہ سرائے بنوائی۔ سب سڑک جا بجا کنوئیں اور مسجدیں بنوائیں ہر مسجد میں امام اور موذن مقرر کیا۔ ہر سرائے میں مسلمان اور ہندو آدمی نوکر رکھے تاکہ سب کو آرام ملے سڑک کے دونوں طرف درخت لگوائے کوس کوس بھر پر ایک ایک منارہ بنوایا جس سے راستہ کا اندازہ ہو ۱۲

۲ چار ہزار قدم کی مسافت یا چار ہزار گز کی اور گز چھ مٹھی یا چوبیس انگل کا ۱۲

۳ تین میل کی مقدار ۱۲

۴ کسی لکھے ہوئے کاغذ پر دوسرا باریک کاغذ رکھ کر نیچے کا نقش اوٹھانیکو چربہ اوتارنا کہتے ہیں اور مجازاً ہر اوس نقل کو جو اصل کے بالکل مطابق ہو۔ ۱۲

۵ یعنے جتنے براعظم اس وقت تک انکو معلوم تھے ایشیا یورپ افریقہ سب میں عرب کا گزر تھا

۶ افریقہ میں جو ایک صحرا تین ہزار میل لمبا ہے اس کے شمالی ملک کو بربر کہتے ہیں مطلب یہ کہ جن کا ڈیرہ یعنے خیمہ جو سفر کی علامت ہے لنکا میں تھا انکا گھر بربر میں تھا یعنے اتنی دور جا کر بود و باش اختیار کرتے تھے چنانچہ لنکا میں اب تک عربی نسلیں موجود ہیں ۱۲

جہاں کو ہے یاد اونکی رفتار اب تک | کہ نقشِ قدم ہیں نمودار اب تک
ٹلایا[۱] میں ہیں اونکے آثار اب تک | انھیں رو رہا ہے ملیبار[۲] اب تک
ہمالہ[۳] کو ہیں واقعات انکے ازبر | نشان اونکے باقی ہیں جبرالٹر[۴] پر
نہیں اس طبق[۵] پر کوئی بر اعظم | نہوں جس میں اونکی عمارات محکم
عرب۔ ہند۔ مصر۔ اندلس۔ شام۔ ڈیلم[۶] | بناؤں سے ہے اونکی معمور عالم
سرکوہ آدم[۷] سے تا کوہ بیضا[۸] | جہاں جاؤ گے کھوج پاؤ گے اونکا

وہ سنگین محل اور وہ اون کی صفائی | جمی جنکے کھنڈروں پہ ہے آج کائی
وہ مرقد کہ گنبد تھے جن کے طلائی | وہ معبد جہاں جلوہ گر تھی خدائی
زمانہ نے گو اونکی برکت اوٹھائی | نہیں کوئی ویرانہ پر اون سے خالی

---

[۱] ٹلایا مجمع الجزائر یعنے مشرقی ہند میں ایک جزیرہ نما ہے۔ ۱۲

[۲] ملیبار ہندوستان کے جنوب کیطرف اور بحر ہند کے مغربی ساحل پر واقع ہے ۱۲

[۳] ہمالہ کوہ ہمالیہ کا نام ہے جو سارے ہندوستان کی شمالی حد یعنے دیوار ہے ۱۲

[۴] جبرالٹر کو عرب جبل طارق اور جبل الفتح بھی کہتے ہیں۔ ابو عبدالرحمن بن موسی نصیر نے جب اپنے غلام طارق کو اندلس کی مہم پر بھیجا تو وہ اول اسی پہاڑ پر پہونچا تھا گویا یہ پہاڑ فتح اندلس کا دروازہ تھا اسی لیے اسکے یہ دونوں نام رکھے گئے۔ ۱۲

[۵] اس طبق کا اشارہ زمین کے نصف کرۂ علیا کیطرف ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ ۱۲

[۶] ڈیلم گیلان کے پاس ایک پہاڑی ملک بحرہ کسپین کے جنوب میں واقع ہے۔ پہلے یہ دونوں ملک ایران کی حدود میں شامل تھے اب روس کے ماتحت ہیں ۱۲

[۷] لنکا میں جو سلسلہ پہاڑوں کا ہے اسمیں سب سے اونچی چوٹی قلہ آدم یا کوہ آدم ہے ۱۲

[۸] کوہ بیضا اندلس میں ہے جسکو اہل یوروپ اندلس سرّا البید اکہتے ہیں چونکہ اسکی چوٹی برف سے سفید رہتی ہے اسلیے عرب اسکو قلعۂ بیضا کہتے ہیں اور اس کا قدیم نام سرّا ہے ۱۲

ہوا اندلس[۱] ان سے گلزار یکسر — جہاں ان کے آثار باقی ہیں اکثر
جو چاہے کوئی دیکھ لے آج جا کر — یہ ہے بیت حمرا[۲] کی گویا زباں پر
کہ تھے آل عدنان[۳] سے میرے بانی — عرب کی ہوں میں اس زمیں پر نشانی
ہویدا ہے غرناطہ[۴] سے شوکت ان کی — عیاں ہے بلنسیہ[۵] سے قدرت ان کی
بطلیوس[۶] کو یاد ہے عظمت ان کی — ٹپکتی ہے قادس[۷] میں سے حسرت ان کی
نصیب ان کا اشبیلیہ[۸] میں ہے سوتا — شب و روز ہے قرطبہ[۹] ان کو روتا

---

۱ یہ نام اسپین کا مسلمانوں نے رکھا تھا یہاں سات سو برس تک عیسائی قوم مسلمانوں کی محکوم رہی۔ ۱۲

۲ حمرا نام ہے ایک عمارت کا شہر گرینڈا میں جسکو عرب غرناطہ کہتے تھے اہل اسلام کی اب تک بڑی یادگار ہے خلفائے بنی امیہ سے دوسرے خلیفہ کے عہد میں تیار ہوئی تھی اور اٹھارھویں خلیفہ کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئی ۱۲

۳ بنی امیہ جو کئی صدیوں تک اندلس میں فرمانروا رہے انکے جد اعلیٰ کا نام عدنان تھا پس بنی امیہ اور انکے عم زاد بنی ہاشم سب عدنان کی اولاد ہیں اسی لیے خلفائے اندلس کو جو کہ بنی امیہ تھے آل عدنان کہا گیا ہے ۱۲

۴ غرناطہ (گرینڈا) اندلس میں نہایت خوش سواد اور خوش اسلوب شہر ہے اندلس کا ایک صوبہ جس میں غرناطہ ہے اسی نام سے مشہور ہے۔ ابو علی عمر بن محمد شلوبینی امام نحو اسی صوبہ کا رہنے والا ہے ۱۲

۵ بلنسیہ (ولنسیہ) اندلس کے شرقی حصہ میں ایک نہایت عمدہ شہر ہے جسکا سواد باغوں اور نہروں سے مالامال ہے ۱۲۔

۶ بطلیوس (بڈاجوز) قرطبہ کے شمال مغرب میں چھ دن کے فاصلہ پر بہت بڑا شہر ہے اسمیں متوکل ابن عمر افطس نے نہایت عالیشان عمارتیں بنوائی تھیں۔ ابن خلاس نے اسکی یاد میں بہت حسرتناک شعر لکھے ہیں ۱۲

۷ قادس جسکو انگریزی میں کیڈس بولتے ہیں اندلس میں ایک چھوٹا سا جزیرہ بارہ میل لمبا خلیج زقاق ربے آف کیڈس کے متصل واقع ہے

۸ اشبیلیہ (سویل) اندلس کی دار الخلافتوں میں سے ہے اور قرطبہ سے چار دن کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲

۹ قرطبہ (کارڈوا) اندلس کا نہایت نامی اور بہت بڑا شہر ہے اسکی فصیل پتھر کی ہے جسمیں سولہ سو مسجدیں اور نو سو حمام اور پچاس شفاخانے اور اسی مدرسے خلفائے بنی امیہ کے عہد میں تھے ناصر اموی نے اسکے غرب میں ایک شہر بفاصلہ کوہ آباد کیا تھا جسکا نام زہرا تھا اور جسکا ذکر سید شمسی قرطبی نے اپنے مرثیہ میں کیا ہے ۱۲

کوئی قرطبہ کے کھنڈر جا کے دیکھے
مساجد کے محراب و در جا کے دیکھے
حجازی امیروں کے گھر جا کے دیکھے
وہ اجڑا ہوا کروفر جا کے دیکھے
جلال انکا کھنڈروں میں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

وہ بلدہ کہ فخر بلاد جہاں تھا
تر و خشک پر جس کا سکہ رواں تھا
گڑا جس میں عباسیوں کا نشاں تھا
عراق عرب جس سے رشک جناں تھا
اڑا لے گئی باد پندار جس کو
بہا لے گئی سیل تاتار جس کو

سنے گوش عبرت سے گر جا کے انساں
تو ویراں ذرہ ذرہ یہ کہتا ہے اعلان
کہ تھا جن دنوں مہر اسلام تاباں
ہوا یاں کی تھی زندگی بخش دوراں
پڑی خاک اٹھتی تھی جاں یہیں سے
ہوا زندہ پھر نام یوناں یہیں سے

۱؎ اس سے مراد بغداد ہے جو ۱۳۲ھ سے ۶۵۶ھ تک عباسیوں کا دار الخلافت رہا ۱۲
۲؎ آنحضرت صلعم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد جنکی خلافت بغداد میں مدت دراز تک رہی ۱۲

۳؎ یہ شہر عراق عرب میں دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے غربی کنارے کی آبادی کو کرخ کہتے ہیں اور شرقی کو عسکر مہدی اور رصافہ عراق وہ ملک ہے جسکے غرب میں زمین جزیرہ (مابین دجلہ و فرات) اور شرق میں کوہستان یعنی عراق عجم ہے اسکے مشہور شہر قادسیہ۔ کوفہ۔ بغداد۔ مدائن۔ بابل۔ نہروان۔ واسط۔ بصرہ وغیرہ ہیں ۱۲

۴؎ یعنی جسکو باد غرور نے برباد کر دیا۔ معتصم باللہ جسپر خلافت بغداد کا خاتمہ ہوا اسکے غرور کا یہ حال تھا کہ قصر خلافت کے آستانہ پر ایک پتھر بمنزلہ حجر الاسود کے پڑا ہوا تھا جسکو امراء اعیان سلطنت اندر جاتے وقت بوسہ دیتے تھے اس غفلت و پندار کا انجام یہ ہوا کہ تاتاریوں نے خلافت کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دیا دوسرے مصرعہ میں سیل تاتار اسی سے مراد ہے ۱۲

۵؎ یہ شہر قدیم سے یونان کا دار الحکومت ہے یونان کے بڑے بڑے حکیم اور محقق اسی شہر کے تھے اسیواسطے عرب اسکو مدینۃ الحکما کہتے ہیں ۱۲

۶؎ خلفائے عباسیہ نے صرف یونان ہی کا نام زندہ نہیں کیا بلکہ انکے عہد میں رومی، فارسی، سنسکرت، سریانی وغیرہ کے بیشمار ترجمے عربی زبان میں ہوئے ابو جعفر منصور نے ایلچی بھیجکر قیصر روم سے کتب حکمیہ کی نقلیں اور ترجمے منگائے تحریر اقلیدس، مجسطی اور کلیلہ دمنہ کا ترجمہ کرایا رشید نے اکثر علوم کی بڑی بڑی کتابیں لکھوائیں مامون نے جزیرہ قبرس (سیپرس) سے یونانی فلسفہ کی بہت سی کتابیں بہم پہنچائیں اور یورپ میں جہاں کہیں کتابوں کا پتا لگا وہاں سے طلب کیں ۱۲

وہ لقمان[1] و سقراط[2] کے درِ مکنون
وہ اسرار بقراط و درس فلاطون
ارسطو کی تعلیم سولن[3] کے قانون
پڑے تھے کسی قبر کہنہ میں مدفون
یہیں آکے مُہر سکوت انکی ٹوٹی
اسی باغ رعنا سے بو انکی پھوٹی

یہ تھا علم پر واں توجہ کا عالم
کہ ہو جیسے مجروح جویائے مرہم
کسی طرح پیاس انکی ہوتی نہ تھی کم
بجھاتا تھا آگ ان کی باران نہ شبنم
حریم خلافت میں اونٹوں پہ لدکر
چلے آتے تھے مصر و یونان کے دفتر

وہ تارے جو تھے شرق میں لمعہ افگن
پہ تھا اونکی کرنوں سے تا غرب روشن
نوشتوں سے ہیں جنکے ابتک مزین
کتب[5] خانۂ پیرس و روم و لندن
پڑا غلغلہ جنکا تھا کشوروں میں
وہ سوتے ہیں بغداد کے مقبروں میں

---

(۱) لقمان ایک نامی فصیح و بلیغ مشہور حکیم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً چھ سو برس پہلے یونان میں ہوا ہے اس کی کہانیاں جنکو عرب امثال لقمان کہتے ہیں بیسیوں زبانوں میں ترجمہ ہوئی ہیں یورپ کے مورخ کہتے ہیں کہ یہی کہانیاں ہیں جنھوں نے وحشیوں کو شائستہ اور ظالموں کو رحم دل اور سرکشوں کو فرمانبردار بنایا ہے آخر مقام ڈلفی میں اسپر لامذہبی کا الزام لگایا گیا اور پہاڑ پر سے نیچے گرا کر مارا گیا۔ ۱۲

(۲) سقراط ایتھنز کا رہنے والا نہایت مشہور حکیم اور نوع انسان کا رہنما اور خیر خواہ ہے اسکے وعظ اور نصیحت کی سارے یونان میں دھوم تھی لوگوں نے اسکے اقوال نہایت سعی و کوشش سے جمع کیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار سو برس پہلے اسکو زہر دیا گیا اور اسی میں وفات پائی ۱۲

(۳) سولن بھی ایتھنز کا رہنے والا تھا۔ یہ اور لائی کرگس یونان کے مشہور مقنن ہیں ۱۲

(۴) یہ اشارہ اونھیں کتابوں کیطرف ہے جنکا ذکر لفظ یونان کے حاشیہ میں بیان ہو چکا ہے ۱۲

(۵) یورپ کے کتبخانوں میں مسلمانوں کی لکھی ہوئی مختلف علوم میں ایسی ایسی کتابیں موجود ہیں جنکی قدر پورے طور سے یورپ ہی کرتا ہے بیس برس پہلے تو مسلمان اون کے ناموں سے بھی بہت کم واقف ہوں گے مگر خوشی کا مقام ہے کہ اب اون میں اکثر کتابیں شہر لیڈن۔ بیروت۔ قسطنطنیہ۔ مصر وغیرہ سے چھپکر شائع ہونے لگی ہیں اور بعض بعض ہندوستان میں بھی آجاتی ہیں ۱۲

وہ سنجار[۱] کا اور کوفہ کا میدان | فراہم ہوئے جس میں مساح دوران (پیمائش کنندگان)
کرہ کی مساحت (پیمائش ۱۲) کے پھیلائے سامان | ہوئی جزو سے قدر کل کی نمایاں
زمانہ وہاں آجتک نوحہ گر ہے | کہ عباسیوں کی سبھا وہ کدھر ہے
سمرقند[۲] سے اندلس تک سراسر | انھیں کی رصدگاہیں[۳] تھیں جلوہ گستر
سواد مراغہ[۴] میں اور قاسیون[۵] پر | زمیں سے صدا آرہی ہے برابر
کہ جنکی رصد کے یہ باقی نشاں ہیں | وہ اسلامیوں کے منجم (ستارہ شناس ۱۲) کہاں ہیں

۱؎ زمین جزیرہ (مابین دجلہ و فرات) میں جو سرزمین دیار ربیعہ کے نام سے مشہور ہے سنجار اوسکا قدیم مشہور شہر ہے یہاں ایک بہت بڑا کف دست میدان ہے جس کو عرب بریہ کہتے ہیں۔ ایک بار اسی میدان اور دوسری بار کوفہ کے میدان میں مامون الرشید کے حکم سے مہندس لوگ جمع ہوئے اور کرۂ ارض کے ایک درجہ دائرۂ عظیمہ کی پیمائش کی اور محیط کرہ کو چوبیس ہزار میل مشخص کیا۔ موسیٰ بن شاکر کے چاروں بیٹے۔ ابو جعفر۔ محمد۔ احمد۔ حسین جنکی کتاب حیل بن موسیٰ مشہور ہے اسی کام پر بھیجے گئے تھے ۱۲

۲؎ سمرقند اور اندلس کی رصدگاہوں کے کھنڈر اب تک موجود ہیں ۱۲

۳؎ رصدگاہ یعنی رصد کا مقام رصد ایک عمارت کا نام ہے جسکو پہاڑ یا کسی بلند جگہ پر بناتے ہیں اور اوسمیں بیٹھکر ستارہ شناس اوضاع و حالات کواکب دیکھتے اور معلوم کرتے ہیں ۱۲

۴؎ مراغہ آذربائیجان میں مروان ابن محمد کا آباد کیا ہوا شہر ہے اس شہر کے باہر ایک بلندی پر ہلاکو خاں (ہولاگو خاں) نے اپنے عہد میں خواجہ نصیرالدین طوسی وغیرہ سے ایک رصدگاہ بنوائی تھی ۱۲

۵؎۔ قاسیون دمشق کے شمال میں ایک پہاڑ ہے مشہور ہے کہ قابیل نے ہابیل کو یہیں قتل کیا تھا مامون الرشید نے ۲۱۵ھ میں قاسیون اور بغداد میں خالد بن عبد الملک وغیرہ سے رصدگاہیں بنوانی شروع کی تھیں ۲۱۸ھ میں جب وہ مر گیا تو وہ رصدیں ناتمام چھوڑ دی گئیں پھر شرف الدولہ بن عضد الدولہ نے بغداد میں ویجن بن رستم کوہی وغیرہ سے رصد بنوائی ۱۲

مورخ[۱] ہیں جو آج تحقیق والے
تفحص کے ہیں جن کے آئین نرالے
جنھوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے
زمیں کے طبق سربسر چھان ڈالے
عرب ہی نے دل انکو جا کر ابھارے
عرب ہی سے وہ بھرنے سیکھے طرارے[۲]

اندھیرا تواریخ[۳] پر چھا رہا تھا
ستارہ روایت کا گہنا رہا تھا
درایت کے سورج پہ ابر آرہا تھا
شہادت کا میدان دھندلا رہا تھا
سرِ رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلہ کا نشاں جس سے پایا

گروہ[۴] ایک جویا تھا علمِ نبیؐ کا
لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیے جرح[۵] و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

---

۱ یعنی اہلِ یورپ۔ جو آج علم تاریخ میں تمام عالم پر فائق ہیں اور جنھوں نے علم لسان اور علم جیولوجی اور مختلف قوموں کی قدیمی مذہبی کتابوں سے زمانۂ قدیم کے حالات استخراج کیے ہیں اس فن میں انکے اقرار کے موافق انکے استاد عرب ہی تھے افسوس ہے کہ عرب کی تاریخی کتابیں مسلمانوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ انگلستان جرمن فرانس اور روم کے کتبخانوں میں دفتر کے دفتر موجود ہیں ابوالفدا۔ حاجی خلیفہ۔ ابن بطوطہ۔ ابن الاثیر مقریزی۔ مسعودی۔ طبری۔ حمزہ۔ اصفہانی وغیرہ وغیرہ انکی سے ایک کی کتاب بھی ہم نے کبھی نہیں دیکھی مگر یہ سب بڑے بڑے نسخے یورپ کے کتبخانوں میں جابجا موجود ہیں ۱۲

۲ طرارے بھرنا گھوڑے ہرن وغیرہ کا چوکڑیاں بھرنا یعنی دوڑنے میں جست کرنا مجازاً فکر و خیال کی بلند پروازی ۱۲

۳ یعنی علم تاریخ جسے انگریزی میں ہسٹری کہتے ہیں ۱۲

۴ اس گروہ سے مراد محدثین اہل اسلام ہیں ۱۲

۵ علمائے محدثین کی اصطلاح میں راوی کے عیب ظاہر کرنے کو جرح اور اس پر سے اعتراض دفع کرنے کو تعدیل کہتے ہیں ۱۲

اسی دھن میں آسان کیا ہر سفر کو
اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازنِ علم دیں جس بشر کو
لیا اوس سے جا کر خبر اور اثر[۱] کو
پھر آپ اوسکو (صاحب) پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو خود مزہ اس کا چکھ کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب (خوبیاں ۱۲) کو چھانا مثالب (برائیاں ۱۲) کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
ائمہ (امام ۱۲) میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم (اکابر دین) ورع ہر مقدس[۲] کا توڑا
نہ ملّا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

رجال[۳] اور اسانید کے ہیں جو دفتر
گواہ اونکی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احسان یہ اک اہل دیں پر
وہ تھے اسمیں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی[۴] میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

---

۱ خبر اور اثر حدیث کی قسمیں ہیں ۱۲

۲ یعنے محدثین اسلام نے راویوں کے حالات کی تفتیش نہایت آزادی اور انصاف سے کی ہے مقدس یعنے بزرگ لوگ جنکے بشری عیوب تقویٰ اور ورع کے پردہ میں چھپے ہوئے تھے اونکو خوب ظاہر کردیا تاکہ طالبان علم حدیث دھوکا نہ کھادیں اور ان کی روایتوں کو خوب جانچ لیں ۱۲

۳ رجال سے مراد علم رجال ہے جسمیں عالموں اور حدیث کے راویوں کا حال نہایت صحت سے لکھا گیا ہے اور اسانید حدیث کی وہ کتابیں ہیں جنمیں ہر ایک حدیث مع اسکے کل راویوں کے نام بنام لکھی گئی ہو جیسے بخاری و مسلم وغیرہ۔ ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے لکھا ہے کہ "علم رجال پر مسلمان جتنا فخر کریں بجا ہے نہ ایسی کوئی قوم گزری اور نہ اب ہے جس نے مسلمانوں کی طرح بارہ سو برس تک علما کے حالات زندگی لکھی ہوں ہم کو پانچ لاکھ مشہور عالموں کا تذکرہ ان کی کتابوں سے مل سکتا ہے ۱۲

۴ لبرٹی انگریزی میں آزادی کو اور لبرل آزاد کو کہتے ہیں ۱۲

فصاحت عرب

فصاحت[۱] کے دفتر تھے سب گاؤ خوردہ
بلاغت کے رستے تھے سب ناسپردہ
ادھر روم کی شمع انشا تھی مردہ
ادھر آتش پارسی تھی فسردہ
یکایک جو برق آکے چمکی عرب کی
کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھ سب کی

عرب کی جو دیکھی وہ آتش زبانی
سنی برمحل ان کی شیوا بیانی
وہ اشعار کی دل میں ریشہ دوانی
وہ خطبوں کی مانند دریا روانی
وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسوں کے
تو سمجھے کہ گویا ہم ابتک تھے گونگے

سلیقہ کسی کو نہ تھا مدح و ذم کا
نہ ڈھب یاد تھا شرح شادی و غم کا
نہ انداز تلقین و عظ و حکم کا
خزانہ تھا معمور فنون زبان اور قلم کا
نواسنجیاں انسے سیکھی ہیں سب نے
زبان کھولدی سب کی نطق عرب نے

زمانہ میں پھیلی طب انکی بدولت
ہوئی بہرہ ور جس سے ہر قوم و ملت
نہ صرف ایک مشرق میں تھی انکی شہرت
مسلم تھی مغرب تک ان کی حذاقت
سلرنو[۲] میں جو ایک نامی مطب تھا
وہ مغرب میں عطار خانہ عرب کا

۱؎ فصاحت بلاغت عرب کا ذاتی جوہر تھا معرکہ جنگ میں انکی تقریروں سے مبارزوں کے دل بڑھتے تھے اور مخالفوں کے جی چھوٹ جاتے تھے انھیں کی زبانیں تھیں جو لڑائیوں میں تیر و سنان کا کام دیتی تھیں۔ جان ڈیون پورٹ نے لکھا ہے کہ عرب کے علم ادب نے روم اور یونان کے علم ادب میں از سر نو جان ڈالدی تھی اور سنٹرل ٹرانسلیشن کمیٹی کی پہلی تجویز میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ "فن ادب اور خصوصاً قصص و حکایات میں کوئی عرب سے بڑھکر نہیں ہوا" اہل یورپ کے ہاں جو اسپیچ کا دستور ہے جو کہ عام جلسوں قومی انجمنوں اور لڑائی وغیرہ کے موقعوں پر کی جاتی ہے وہ اندلس کے مسلمانوں سے ان کے ہاں پہونچی ہے ۱۲

۲؎ سلرنو نیپلیس صوبہ اٹلی کا مشہور شہر ہے وہاں مسلمانوں کا ایک نامی گرامی مدرسہ تھا جس میں طب کی علمی و عملی تعلیم ہوتی تھی اور تمام یورپ سے لوگ طب سیکھنے کو یہاں آتے تھے (از رسالہ کوس موس مضمون ہنٹر سٹ جلد ۲) ۱۲

ابوبکر رازی[1]۔ علی[2] ابن عیسیٰ — حکیم گرامی[3] حسین ابن سینا
حنین[4] ابن اسحٰق قیس دانا — ضیاء ابن[5] بیطار راس الاطبا
انہیں کے ہیں مشرق میں سب نام لیوا — انہیں سے ہوا پار مغرب کا کھیوا

غرض فن ہیں جو مایۂ دین و دولت — طبیعی الٰہی ریاضی و حکمت
طب اور کیمیا ہندسہ اور ہیئت — سیاحت تجارت عمارت فلاحت
لگاؤ گے کھوج ان کا جاکر جہاں تم — نشان انکے قدموں کے پاؤ گے واں تم

ہوا گو کہ پامال بستان عرب کا — مگر اک[6] جہاں ہے غزلخواں عرب کا
ہرا کر گیا سب کو باران عرب کا — سپید و سیہ پر ہے احسان عرب کا
وہ قومیں جو ہیں آج سرتاج سب کی — کنوڑی رہیں گی ہمیشہ عرب کی

---

[1] اسکی تصنیفات ۲۱۲ ضبط کی گئی ہیں جن میں سے اکثر طب میں ہیں اول رے اور پھر بغداد میں مدتوں علاج کرتا رہا اور آخر میں اندھا ہو گیا ۳۲۰ھ ہجری میں وفات پائی ۱۲

[2] علی بن عیسیٰ کو چیمبرز ان سائیکلوپیڈیا میں نہایت نامی اطبائے اسلام میں سے شمار کیا ہے ۱۲

[3] یعنی بوعلی شیخ الرئیس اسکا قانون صدہا برس تک یورپ کے مدرسوں میں پڑھا گیا ہے اسکی تصنیفات مختلف علوم میں چالیس کے قریب شمار کی گئی ہیں کتاب حاصل و محصول کی ۲۰ شفا کی ۱۸ قانون کی ۵ کتاب الانصاف کی ۲۰ لسان عرب کی ۱۰ جلدیں نہایت ضخیم ہیں ۴۲۸ھ میں اٹھاون برس کی عمر میں مرا اور ہمدان میں مدفون ہوا ۱۲

[4] حنین عبادان کا رہنے والا عیسائی مذہب بہت بڑا نامی طبیب ہے چونکہ اس نے خلفائے عباسیہ کے یہاں نشو و نما پائی تھی اور متوکل کے عہد میں سررشتہ ترجمہ کا افسر تھا اور اسکا وطن بھی عراق عرب تھا اس لیے حکمائے اسلام میں شمار کیا گیا ہے ۱۲

[5] ضیاء الدین ابن بیطار اندلسی علم نباتات میں بے مثل دیکھا تھا نباتات کی تحقیقات میں دور دراز کے سفر کیے ادویۂ مفردہ کے بیان میں اکثر کتابوں کا اخذ اسکی تصنیفات ہیں۔ مصر کے تمام حکیم اسکو اپنا پیشوا جانتے تھے ۶۰۶ھ ہجری میں وفات پائی ۱۲۔

[6] یورپ کے نامی مورخ مثل اڈورڈ گبن۔ ہنری ویٹسن ڈاکٹر سیلی۔ سڈلو فرانس۔ اگزنڈر ہیٹ وغیرہ وغیرہ اس بات کے معترف ہیں کہ ہمارے فضل و کمال کا سرچشمہ عرب تھا ۱۲

رہے جب تک ارکان اسلام برپا
چلن اہل دین کا رہا سیدھا سادا
رہا میل سے شہد صافی مصفا
رہی کھوٹ سے سیم خالص مبرا
نہ تھا کوئی اسلام کا مرد میدان
علم ایک تھا شش جہت میں درافشاں

پہ گدلا ہوا جبکہ چشمہ صفا کا
گیا چھوٹ سر رشتہ دین ہدا کا
رہا سر پہ باقی نہ سایا ہما کا
تو پورا ہوا عہد تھا جو خدا کا
کہ "ہمنے[1] بگاڑا انہیں کوئی اب تک
وہ بگڑے انہیں آپ دنیا میں جبتک"

برے انپہ وقت آکے پڑنے لگے اب
وہ دنیا میں بسکر اجڑنے لگے اب
بھرے ان کے میلے بچھڑنے لگے اب
بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب
ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم میں چھاکر

نہ ثروت رہی ان کی قائم نہ عزت
گئے چھوڑ ساتھ ان کا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن ان سے اک ایک رخصت
مٹیں خوبیاں ساری نوبت بنوبت
رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

ملے کوئی ٹیلہ اگر ایسا اونچا
کہ آتی ہو واں سے نظر ساری دنیا
چڑھے اوسپہ پھر اک خردمند دانا
کہ قدرت کے میدان کا دیکھے تماشا
تو قوموں میں فرق القدر پائیگا وہ
کہ عالم کو زیر و زبر پائیگا وہ

---

[1] جیسا سورۂ رعد میں وارد ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ" یعنی خدائے تعالےٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ آپ اپنی حالت نہیں بدلتی"

وہ دیکھے گا ہر سو ہزاروں چمن واں
بہت تازہ تر صورتِ باغِ رضواں
بہت ان سے کمتر پہ سرسبز و خنداں
بہت خشک اور بے طراوت مگر ہاں
نہیں لائے گو برگ و بار انکے پودے
نظر آتے ہیں ہونہار انکے پودے

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر
جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر
ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جسمیں آنیکے قابل
ہوئے روکھ جسکے جلانے کے قابل

جہاں آگنے کا کام کرتا ہے باراں
جہاں آکے دیتا ہے رو ابرِ نیساں
تردد سے جو اور ہوتا ہے ویراں
نہیں راس جسکو خزاں اور بہاراں
یہ آواز پیہم وہاں آرہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

وہ دینِ حجازی کا بیباک بیڑا
نشاں جسکا اقصائے عالم میں پہونچا
مزاحم ہوا کوئی خطرہ نہ جسکا
نہ عماں[1] میں ٹھٹکا نہ قلزم[2] میں جھجکا
کئے پے سپر جسنے ساتوں سمندر[3]
وہ ڈوبا دہانہ[4] میں گنگا کے آکر

۱؎ خلیج عمان عرب اور بلوچستان کے درمیان ہے ۱۲

۲؎ بحر قلزم جسکو بحر احمر بھی کہتے ہیں یہ سمندر عرب اور افریقہ کے درمیان میں ہے ۱۲

۳؎ اس لفظ سے اگرچہ اردو کے محاورہ اکثر کل سمندر مراد ہیں اسکا ماخذ ظاہرا سبعۃ ابحر کا لفظ ہے جو قرآن مجید میں آیا ہے اور وہاں اس سے وہ ساتوں سمندر مراد ہیں جو ملک عرب کے ارد گرد و دریا نزدیک واقع ہیں جیسے بحیرۂ شام[1]۔ بحر قلزم[2]۔ بحر عرب[3]۔ بحر ہند[4]۔ بحر عمان[5]۔ بحر فارس[6]۔ بحر اسود[7]۔

۴؎ دریا جسجگہ سے نکلتا ہے اوسے منبع اور جہاں گرتا ہے اوسے دہانہ کہتے ہیں ۱۲

اگر کان دھر کے سنیں اہل عبرت
تو سیلون[1] سے تا بہ کشمیر و تبت
زمین روکھ بن پھول پھل ریت پربت
یہ فریاد سب کر رہے ہیں بہ حسرت
کہ کل فخر تھا جنسے اہل جہاں کو
لگا ان سے عیب آج ہندوستاں کو

حکومت نے تم سے کیا گر کنارا
تو ان میں نہ تھا کچھ تمہارا اجارا
زمانہ کی گردش سے ہے کس کو چارا
کبھی یاں سکندر کبھی یاں ہے دارا
نہیں بادشاہی کچھ آخر خدائی
جو ہے آج اپنی تو کل ہے پرائی

ہوئی مقتضی جبکہ حکمت خدا کی
کہ تعلیم جاری ہو خیر الوریٰ کی
پڑی دھوم عالم میں دین ہدیٰ کی
تو عالم کی تم کو حکومت عطا کی
کہ پھیلاؤ دنیا میں حکم شریعت
کرو ختم بندوں پہ مالک کی حجت

ادا کر چکی جب حق اپنا حکومت
رہی اب نہ اسلام کو اس کی حاجت
مگر حیف اے فخر آدم کی امت
ہوئی آدمیت بھی ساتھ اسکے رخصت
حکومت تھی گویا کہ اک جھول[2] تم پر
کہ اڑتے ہی اسکے نکل آئے جوہر

زمانہ میں ہیں ایسی قومیں[3] بہت سی
نہیں جن میں تخصیص فرمانروا کی
پر آفت کہیں ایسی آئی نہ ہوگی
کہ گھر گھر پہ یاں چھا گئی آکے پستی
چکورے[4] اور شہباز سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

---

۱ سیلون سے تا بہ کشمیر و تبت ہندوستان کی شمالی اور جنوبی حد ہے اور یہ سب زمین کسی وقت مسلمانوں کی زیر حکومت تھی ۱۲

۲ جھول الائی پوشش یا ملمع کو کہتے ہیں جسکے اڑ جانے سے کسی شے کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی حکومت کے جاتے رہنے سے تمہارے جوہر یعنی مجوب ظاہر ہو گئے عیبوں کو دبا رکھتی. ہنر اور ظاہر ہوئے ہیں جیسے بعض اوقات حماقت کو عقلمندی کہتے ہیں ۱۲

۳ جیسے پارسی۔ یہودی۔ ہندو وغیرہ ۱۲

۴ چکورے سے محکوم اور شہباز سے حاکم قومیں مراد ہیں ۱۲

حال مسلمانان ہندوستان

وہ ملت کہ گردوں پہ جس کا قدم تھا
ہر اک کھونٹ میں جس کا برپا علم تھا
وہ فرقہ جو آفاق میں محترم تھا
وہ امت لقب جس کا خیر الامم تھا[1]
نشاں اس کا باقی ہے صرف اس قدر یاں
کہ گنتے ہیں اپنے کو ہم بھی مسلماں

دگرنہ ہماری رگوں میں لہو میں
ہمارے ارادوں میں اور جستجو میں
دلوں میں زبانوں میں اور گفتگو میں
طبیعت میں فطرت میں عادت میں خو میں
نہیں کوئی ذرہ نجابت کا باقی
اگر ہو کسی میں تو ہے اتفاقی

ہماری ہر اک بات میں سفلہ پن ہے
کمینوں سے بدتر ہمارا چلن ہے
لگا نام آبا کو ہم سے گہن ہے
ہمارا قدم ننگ اہل وطن ہے
بزرگوں کی توقیر کھوئی ہے ہم نے
عرب کی شرافت ڈبوئی ہے ہم نے

نہ قوموں میں عزت نہ جلسوں میں وقعت
نہ اپنوں سے الفت نہ غیروں سے ملت
مزاجوں میں سستی دماغوں میں نخوت
خیالوں میں پستی کمالوں سے نفرت
عداوت نہاں دوستی آشکارا
غرض کی تواضع غرض کی مدارا

نہ اہل حکومت کے ہمراز ہیں ہم
نہ درباریوں میں سرافراز ہیں ہم
نہ علموں میں شایان اعزاز ہیں ہم
نہ صنعت میں حرفت میں ممتاز ہیں ہم
نہ رکھتے ہیں کچھ منزلت نوکری میں
نہ حصہ ہمارا ہے سوداگری میں

تنزل نے کی ہے بری گت ہماری
بہت دور پہنچی ہے نکبت ہماری
گئی گزری دنیا سے عزت ہماری
نہیں کچھ ابھرنے کی صورت ہماری
پڑے ہیں اک امید کے ہم سہارے
توقع پہ جنت کی جیتے ہیں سارے

---

[1] خیر الامم سب امتوں سے بہتر امت جیسے آیہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس یعنی ہو تم بہترین امت چھانٹ لیے گئے لوگوں میں سے ۱۲۔

تنظیم اوقات

سیاحت کی گوں ہے نہ مرد سفر ہیں
خدا کی خدائی سے ہم بے خبر ہیں
یہ دیواریں گھر کی جو پیش نظر ہیں
یہی اپنے نزدیک حد بشر[3] ہیں
ہیں تالاب میں مچھلیاں کچھ فراہم
وہی اونکی دنیا وہی ان کا عالم

بہشت اور ارم[1] سلسبیل اور کوثر
پہاڑ اور جنگل جزیرے[2] سمندر
اسی طرح کے اور بھی نام اکثر
کتابوں میں پڑھتے رہے ہیں برابر
پہ جبتک نہ دیکھیں کہیں کس یقیں پر
کہ یہ آسماں پر ہیں یا ہیں زمیں پر

وہ بے مول پونجی کہ ہے اصل دولت
وہ شائستہ ملکوں کا گنج سعادت
وہ آسودہ قوموں کا راس البضاعت
وہ دولت کہ ہے وقت جس سے عبادت
نہیں اوسکی وقعت نظر میں ہماری
یوں ہیں مفت جاتی ہے برباد ساری

اگر ہمسے مانگے کوئی ایک پیسا
تو ہوگا کم و بیش بار اوس کا دینا
مگر ہاں وہ سرمایۂ دین و دنیا
کہ اک ایک لمحہ ہے انمول جس کا
نہیں کرتے خست اوڑانیمیں اوسکے
بہت ہم سخی ہیں لٹانیمیں اوسکے

اگر سانس دن رات کی سب گنیں ہم
تو نکلیں گے انفاس ایسے بہت کم
کہ ہو جن میں کل کے لیے کچھ فراہم
یوں ہی گزرے جاتے ہیں دن رات پیہم
نہیں کوئی گویا خبردار ہم میں
کہ یہ سانس آخر ہے اب کوئی دم میں

---

[1] نقل مشہور ہے کہ بادشاہ شداد نے سرزمین یمن میں صنعا اور حضرموت کے مابین ایک باغ بنوایا تھا جسکا عرض وطول بارہ بارہ فرسنگ تھا اور اس کا نام ارم ہے اور اکثر مقام پر شعرانے اوسکو بمعنے بہشت بھی استعمال کیا ہے ۱۲

[2] وہ قطعۂ زمین جس کے چاروں طرف پانی ہو ۱۲

[3] یعنی انسانوں کی آبادی کی انتہائی حد ۱۲

گڈریے کا وہ حکم بردار کتا
کہ بھیڑوں کی ہر دم ہے رکھوال کرتا
جو ریوڑ میں ہوتا ہے پتے کا کھڑکا
تو وہ شیر کی طرح پھرتا ہے بپھرا
گر انصاف کیجے تو ہے ہم سے بہتر
کہ غافل نہیں فرض سے اپنے دم بھر

وہ قومیں جو سب راہیں طے کر چکی ہیں
ذخیرے ہر اک جنس کے بھر چکی ہیں
ہر اک بوجھ بار اپنے سر دھر چکی ہیں
ہوئیں تب ہیں زندہ کہ جب مر چکی ہیں
اسی طرح راہ طلب میں ہیں پویا
بہت دور ابھی ان کو جانا ہے گویا

کسی وقت جی بھر کے سوتے نہیں وہ
کبھی سیر محنت سے ہوتے نہیں وہ
بضاعت کو اپنی ڈبوتے نہیں وہ
کوئی لمحہ بیکار کھوتے نہیں وہ
نہ چلنے سے تھکتے نہ اکتاتے ہیں وہ
بہت بڑھ گئے اور بڑھے جاتے ہیں وہ

مگر ہم کہ اب تک جہاں تھے وہیں ہیں
جمادات[1] کی طرح بار زمیں ہیں
جہاں میں ہیں ایسے کہ گویا نہیں ہیں
زمانہ سے کچھ ایسے فارغ نشیں ہیں
کہ گویا ضروری تھا جو کام کرنا
وہ سب کر چکے ایک باقی ہے مرنا

یہاں اور ہیں جتنی قومیں گرامی
خود اقبال ہے آج ان کا سلامی
تجارت میں ممتاز دولت میں نامی
زمانہ کے ساتھی ترقی کے حامی
نہ فارغ ہیں اولاد کی تربیت سے
نہ بےفکر ہیں قوم کی تقویت سے

دکان ان کی ہے اور بازار ان کا
بنج ان کا ہے اور بیوپار ان کا
زمانہ میں پھیلا ہے بیوپار ان کا
ہے پیر و جوان برسر کار ان کا
مدار اہلکاری کا ہے اب انھیں پر
انھیں کے ہیں آفس انھیں کے ہیں دفتر

۱؎ بےجان اشیاء معدنی جیسے پتھر وغیرہ ۱۲

معزز ہیں ہر ایک دربار میں وہ گرامی ہیں ہر ایک سرکار میں وہ
نہ رسوا ہیں عادات و اطوار میں وہ نہ بدنام گفتار و کردار میں وہ
نہ پیشہ سے حرفہ سے انکار ان کو نہ محنت مشقت سے کچھ عار ان کو
طبیعت میں اک اک کی ہے خاکساری برا سنکے کرتے ہیں وہ بردباری
تواضع ہے سبکی رگ وپے میں ساری دماغ ان کے ہیں کبر و نخوت سے عاری
نہ باتوں میں انکی حقارت کسی کی نہ جلسوں میں انکے مذمت کسی کی
جو گرتے ہیں گر کر سنبھل جاتے ہیں وہ پڑے زد تو بچکر نکل جاتے ہیں وہ
ہر اک سانچہ میں جا کے ڈھلجاتے ہیں وہ جہاں رنگ بدلا بدل جاتے ہیں وہ
ہر اک وقت کا مقتضا جانتے ہیں زمانہ کے تیور وہ پہچانتے ہیں
مگر ہے ہماری نظر اتنی اونچی کہ یکساں ہے یاں سب بلندی و پستی
نہیں اب تک اصلا خبر ہم کو یہ بھی کہ ہے کون ہمراہ کتنا ترقی
جدھر کھولکر آنکھ ہم دیکھتے ہیں زمانہ کو اپنے سے کم دیکھتے ہیں
زمانہ کا دن رات ہے یہ اشارہ کہ ہے آشتی میں مری یاں گزارا
نہیں پیروی جن کو میری گوارا مجھے ان سے کرنا پڑے گا کنارا
سدا اک ہی رخ نہیں ناؤ چلتی چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی
چمن میں ہوا آچکی ہے خزاں کی پھری ہے نظر دیر سے باغباں کی
صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی
تباہی کے خواب آرہے ہیں نظر سب مصیبت کی ہے آنیوالی سحر اب
فلاکت جسے کہئے ام المجرائم[1] نہیں رہتے ایماں پہ دل جس سے قائم

---

[1] تمام جرم اور گناہ کی جڑ ۱۲

بناتی ہے انساں کو جو بہائم نہیں رہتے ایماں پہ دل جس سے قائم
وہ یوں اہل اسلام پر چھا رہی ہے کہ مسلم کی گویا نشانی یہی ہے
کہیں مکر کے گر سکھاتی ہے ہم کو کہیں جھوٹ کی لو لگاتی ہے ہم کو
خیانت کی چالیں سجھاتی ہے ہم کو خوشامد کی گھاتیں بتاتی ہے ہم کو
فسوں جب یہ باقی نہیں کارگر وہ تو کرتی ہے آخر کو دریوزہ گر وہ

یہاں جتنی قومیں ہمارے سوا ہیں ہنر ور ہیں خوش ہیں تو وہ بینوا ہیں
یہاں لاکھ ہیں وہ اگر اغنیا ہیں تو سو نیم بسمل ہیں باقی گدا ہیں
ذرا کام غیرت کو فرمائیں گر ہم تو سمجھیں کہ ہیں متنزل کسقدر ہم
بگاڑے ہیں گردش نے جو خاندانی نہیں جانتے جبکہ روٹی کمانی
وہ ٹھنی ہے یہ یکقلم سب نے ٹھانی کہ کیجے بسر مانگ کر زندگانی
جہاں قدرداں کا ہیں کھوج پاتے پہنچتے ہیں واں مانگتے اور کھاتے
کہیں باپ دادا کا ہیں نام لیتے کہیں رہ شناسی سے ہیں کام لیتے
کہیں جھوٹے وعدوں پہ ہیں دام لیتے یونہیں ہیں وہ دید یکے دم دام لیتے
بزرگوں کے نازاں ہیں جس نام پر وہ اسے بیچتے پھرتے ہیں دربدر وہ

یہ ہیں ڈھنگ ان تازہ آفت زدوں کے بہت کم زمانہ ہوا جن کو بگڑے
ابھی ایک عالم ہے آگاہ جن سے کہ ہیں کس کے بیٹے وہ اور کس کے پوتے
جنہیں دیس پردیس سب جانتے ہیں حسب اور نسب جن کا پہچانتے ہیں
مگر مٹ چکا جن کا نام و نشاں ہے پرانی ہوئی جن کی اب داستاں ہے
فسانوں میں قصوں میں جنکا بیاں ہے بہت نسل پر تنگ انکی جہاں ہے
نہیں انکی قدر اور پرسش کہیں اب انہیں بھیک تک کوئی دیتا نہیں اب

بہت آگ چلموں[۱] کی سلگانے والے — بہت گھاس کی گٹھریاں[۲] لانیوالے
بہت در بدر مانگ کر کھانے والے — بہت فاقہ کر کر کے مرجانے والے
جو پوچھو کہ کس کان کے ہیں وہ جوہر — تو نکلیں گے نسلِ ملوک ان میں اکثر

انھیں کے بزرگ ایک دن حکمراں تھے — انھیں کے پدر تاجدار پیر و جواں تھے
یہی مامن عاجز و ناتواں تھے — یہی مرجع دیلم و اصفہاں تھے
یہی کرتے تھے ملک کی نگہ بانی — انھیں کے گھرانے میں تھی صاحبقرانی[۳]

یہ اے قوم اسلام عبرت کی جا ہے — کہ شاہوں کی اولاد در در گدا ہے
جسے سنیے افلاس میں مبتلا ہے — جسے دیکھیے مفلس و بینوا ہے
نہیں کوئی انھیں کمانے کے قابل — اگر ہیں تو ہیں مانگ کھانیکے قابل

نہیں مانگنے کا طریق ایک ہی یاں — گدائی کی ہیں صورتیں نت نئی یاں
نہیں حصر کنگلوں پہ گدیہ گری یاں — کوئی دے تو منگتوں کی کیا ہے کمی یاں
بہت ہاتھ پھیلائے زیر ردا ہیں — چھپے اجلے کپڑوں میں اکثر گدا ہیں

بہت آپ کو کہہ کے مسجد کے بانی — بہت بنکے خود سید خاندانی
بہت سیکھ کر نوحہ و سوز خوانی — بہت مدح میں کر کے رنگیں بیانی
بہت آستانوں کے خدام بنکر — پڑے مانگتے کھاتے پھرتے ہیں در در

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں — ہنر اور پیشہ کو جو خوار سمجھیں
تجارت کو کھیتی کو دشوار سمجھیں — فرنگی کے پیشے کو مردار سمجھیں

---

۱ یہ اشارہ ہے دہلی کے ان حقہ پلانیوالوں کیطرف جو اولاد تیمور سے ہیں ۱۲

۲ یہ اشارہ ہے تغلق آباد کے ان گھسیاروں کیطرف جو خاندان تغلق سے ہیں ۱۲

۳ منجموں کی اصطلاح میں صاحبقران اس بادشاہ کو کہتے ہیں جسکی ولادت کے وقت زہرہ و مشتری ایک برج میں ہوں یہ بڑی اقبالمندی کی بات سمجھی جاتی ہے مجازاً ہر اقبالمند اور کامران بادشاہ کو بھی کہتے ہیں ۱۲

امیروں کے مصاحب و ندیموں کا حال

تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی
کریں نوکری بھی تو بے عزتی کی
جو روٹی کمائیں تو بے حرمتی کی
کہیں پائیں خدمت تو بیغیرتی کی
قسم کھائیے ان کی خوش قسمتی کی

امیروں کے بنتے ہیں جب یہ مصاحب
تو جاتے ہیں ہو کر جمیعت سے تائب
کہیں ان کی صحبت میں گانا بجانا
کہیں مسخرہ بن کے ہنسنا ہنسانا
کہیں پھبتیاں کر کے انعام پانا
کہیں چھیڑ کر گالیاں سب سے کھانا
یہ کام اور بھی کرتے ہیں پر نہ ایسے
مسلمان بھائی سے بن آئیں جیسے

امیروں کا عالم نہ پوچھو کہ کیا ہے
خمیر اونکا اور اون کی طینت جدا ہے
سزاوار ہے اونکو جو ناسزا ہے
روا ہی انھیں سب کو جو ناروا ہے
شریعت ہوئی ہے نکو نام اونسے
بہت فخر کرتا ہے اسلام اونسے

ہر اک بول پر ان کے مجلس فدا ہے
ہر اک بات پہ وان درست اور بجا ہے
نہ گفتار میں اونکے کوئی خطا ہے
نہ کردار اونکا کوئی ناسزا ہے
وہ جو کچھ کہیں کہہ سکے کون اونکو
بنایا ندیموں نے فرعون اون کو

وہ دولت کہ ہے مایۂ دین و دنیا
وہ دولت کہ ہے توشۂ راہ عقبا
سلیمانؑ[۱] نے کی جس کی حق سے تمنا
بڑھا جس سے آفاق میں نام کسرا
کیا جس نے حاتم کو مشہور دوراں
کیا جس نے یوسف کو مسجود اخوان
ملا ہے یہ فخر اسکو ان کی بدولت
کہ سمجھی گئی ہے وہ اصل شقاوت
کہیں ہے وہ سرمایۂ جہل و غفلت
کہیں نشۂ بادۂ کبر و نخوت

---

۱ اشارہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کیطرف. جو قرآن پاک میں وارد ہے
اور عطا فرما مجھ کو ایسی بادشاہت کہ نہ ملے گی میرے بعد
کسی کو ۱۲

جہاں کے لیے جو کہ آب بقا ہے   وہ اس قوم کے حق میں سمّ ہوا ہے
ادھر مال و دولت نے یاں منہ دکھایا   اُدھر ساتھ ساتھ اوسکے ادبار آیا
پڑ آئے گے جس گھر پہ ثروت کا سایا   عمل داں سے برکت نے اپنا اٹھایا
نہیں راست یاں چار پیسے کسیکو   مبارک نہیں جیسے پر چیونٹی کو
سمجھتے ہیں سب عیب جن عادتوں کو   ہمائے سے نسبت ہے جن سیرتوں کو
چھپاتے ہیں اوباش جن خصلتوں کو   نہیں کرتے اجلاف جن حرکتوں کو
وہ یاں اہل دولت کو ہیں شیر مادر   نہ خوف خدا ہے نہ شرم پیمبر
طبیعت اگر لہو و بازی پہ آئی   تو دولت بہت سی اسی میں لٹائی
جو کی حضرت عشق نے رہنمائی   تو کردی بھرے گھر کی دم میں صفائی
پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے   یہ ہیں ٹھیکرے یاں ہزاروں گھرانے
نہ آغاز پر اپنے غور ان کو اصلا   نہ انجام کا اپنے کچھ ان کو کھٹکا
نہ فکر ان کو اولاد کی تربیت کا   نہ کچھ ذلت قوم کی ان کو پروا
نہ حق کوئی دنیا پہ انکا نہ دین پر   خدا کو وہ کیا منہ دکھائیں گے جاکر
کسی قوم کا جب الٹتا ہے دفتر   تو ہوتے ہیں مسخ[له] اونہیں پہلے تونگر
کمال اونہیں رہتے ہیں باقی نہ جوہر   نہ عقل اونکی ہادی نہ دین انکا رہبر
نہ دنیا میں ذلت نہ عزت کی پروا   نہ عقبے میں دوزخ نہ جنت کی پروا
نہ مظلوم کی آہ و زاری سے ڈرنا   نہ مفلوک کے حال پر رحم کرنا
ہوا و ہوس میں خودی سے گذرنا   تعیش میں جینا نمائش پہ مرنا
سدا خواب غفلت میں بیہوش رہنا   دم نزع تک خود فراموش رہنا

له ایک صورت سے دوسری بری صورت میں بدلجانا ۱۲

پریشان اگر قحط سے اک جہاں ہے
تو بے فکر ہیں کیونکہ گھر میں سماں ہے
اگر باغ امت میں فصل خزاں ہے
تو خوش ہیں کہ اپنا چمن گلفشاں ہے
بنی نوع انساں کا حق ان پہ کیا ہے
وہ اک نوع نوع بشر سے جدا ہے

کہاں بندگانِ ذلیل اور کہاں وہ
بسر کرتے ہیں بے غم قوت ونان وہ
پہنتے نہیں جز سمور و کتان وہ
مکان رکھتے ہیں رشک خلدِ جنان وہ
نہیں چلتے وہ بے سواری قدم بھر
نہیں رہتے بے نغمہ وساز دم بھر

کمربستہ ہیں لوگ خدمت میں انکی
گل ولالہ رہتے ہیں صحبت میں انکی
نفاست بھری ہے طبیعت میں انکی
نزاکت سو داخل ہے عادت میں انکی
دوائیں مشک انکی اٹھتا ہے ڈھیروں
وہ پوشاک میں عطر ملتے ہیں سیروں

یہ ہو سکتے ہیں انکے ہمجنس کیونکر
نہیں چین جنکو زمانے سے دم بھر
سواری کو گھوڑا نہ خدمت کو نوکر
نہ رہنے کو گھر اور نہ سونے کو بستر
پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی
جو تدبیر الٹی تو تقدیر کھوٹی

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہُدیٰ [۱] کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا [۲] کا

---

(۱) کتاب ہدا قرآن مجید اور شریعت اسلامیہ ۱۲

(۲) یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور سب میں عیال تر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اس کی مخلوق کے ساتھ سب سے زیادہ بھلائی کرے ۱۲

(۳) اسجگہ اہل مغرب سے یورپ کی مہذب قوم مراد ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کیطرف سے جو ہدایات ہمارے لیے آئی تھیں انکو ہم نے چھوڑ دیا مگر دوسروں نے انھیں کی بدولت ترقیات حاصل کیں ۱۲

اغیار کی اپنی قوم کی ہمدردی

سمجھتے ہیں گمراہ جن کو مسلماں ۱
نہیں جن کو عقبےٰ میں امید غفراں
نہ حصے میں فردوس جن کے نہ رضواں
نہ تقدیر میں حور جن کی نہ غلماں
پس از مرگ دوزخ ٹھکانا ہے جنکا
حمیم آب و زقوم کھانا ہے جن کا ۲

وہ ملک اور ملت پہ اپنی فدا ہیں
سب آپس میں اک اک کے حاجت روا ہیں
اولو العلم ہیں ان میں یا اغنیا ہیں
طلبگار بہبود خلق خدا ہیں
یہ تمغا تھا گویا کہ حصہ انہیں کا
کہ حب الوطن ہے نشاں مومنیں کا ۳

امیروں کی دولت غریبوں کی ہمت
ادیبوں کی انشا حکیموں کی حکمت
فصیحوں کے خطبے شجاعوں کی جرأت
سپاہی کے ہتھیار شاہوں کی طاقت
دونکی امیدیں امنگونکی خوشیاں
سب اہل وطن اور وطن پر ہیں قرباں

ہمدردی کا نتیجہ

عروج اون کا جو تم عیاں دیکھتے ہو
جہاں میں انھیں کامراں دیکھتے ہو
مطیع اون کا سارا جہاں دیکھتے ہو
انھیں برتر از آسماں دیکھتے ہو
یہ ثمرے ہیں اونکی جوانمردیونکے
نتیجے ہیں آپس کی ہمدردیوں کے

عیش و عشرت مسلمان امرا کی

غنی ہم میں ہیں جو کہ ارباب ہمت
مسلم ہے عالم میں جن کی سخاوت
اگر ہے مشائخ سے ان کو عقیدت
تو ہے پیرزادوں پہ وقف انکی دولت
لگے ہیں دن رات واں عیش کرنے
پہ نوکر ہیں جتنے وہ بھوکے ہیں مرتے

۱؎ اس بند میں مسلمانوں کو غیرت دلائی گئی ہے کہ جن قوموں کو مذہب کی رو سے گمراہ اور اہل باطل سمجھتے ہیں اونکے یہاں ہمدردی انسانی اور خیرخواہی قوم و ملک جو کہ اعلےٰ درجہ کی نیکی ہے ایسی اور ایسی ہے ۱۲

۲؎ حمیم گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گی۔ اور زقوم تھوہڑ جو اونکو کھلایا جائے گا ۱۲

۳؎ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے حب الوطن من الایمان وطن کی محبت ایمان کی علامتوں میں سے ہے ۱۲

عمل واعظوں کے اگر قول پر ہے — تو بخشش کی امید بے صرفہ ہے
نماز اور روزہ کی عادت اگر ہے — تو ورد و حساب ان کو پھر کس کا ڈر ہے
اگر شہر میں کوئی مسجد بنا دی — تو فردوس میں نیو اپنی جما دی
عمارت کی بنیاد ایسی اوٹھائی — نہ نکلے کہیں ملک میں جس کا ثانی
تماشوں میں ثروت بڑوں کی اوڑائی — نمائش میں دولت خدا کی لٹائی
چھٹی بیاہ میں کرنے لاکھوں کے سامان — یہ ہیں اونکے ارمان یہ ہیں اونکی خوشیاں
مگر دین برحق کا بوسیدہ ایوان — تزلزل میں مدت سے ہیں جسکے ارکان
زمانہ میں ہے جو کوئی دن کا مہمان — نہ پائیں گے ڈھونڈے جسے پھر مسلمان
عزیزوں نے اوس سے توجہ اوٹھا لی — عمارت کا ہے اوسکی اللہ والی
پڑی ہیں سب اجڑی ہوئی خانقاہیں — وہ درویش و سلطان کی امیدگاہیں
کھلی تھیں جہاں علم باطن کی راہیں — فرشتوں کی پڑتی تھیں جن پر نگاہیں
کہاں ہیں وہ جذب الٰہی کے پھندے — کہاں ہیں وہ اللہ کے پاک بندے
وہ علم شریعت کے ماہر کدھر ہیں — وہ اخبار دین کے مبصر کدھر ہیں
اصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں — محدث کہاں ہیں مفسر کدھر ہیں
وہ مجلس جو کل سربسر تھی چراغاں — چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں
مدارس وہ تعلیم دین کے کہاں ہیں — مراحل وہ علم و یقین کے کہاں ہیں
وہ ارکان شرع متین کے کہاں ہیں — وہ وارث رسول امین کے کہاں ہیں
رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوا — نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا
کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر — کہاں ہیں وہ علم الٰہی[1] کے منظر

---

[1] علم الٰہی وہ علم ہے جسمیں ذات باریتعالے اور ارواح و مجردات سے بحث کیجاتی ہے یونان اسکو تھیولوجی کہتے ہیں جسکو عربی میں اثولوجیا بنایا ہے ۱۲

[illegible]

چلی ایسی اس بزم میں باد صرصر
بجھیں مشعلیں نور حق کی سراسر
رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی
صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی
بہت لوگ بن کر ہوا خواہ امّت
سبھوں سے منوا کے اپنی فضیلت
سدا اگانوں در گانوں نوبت بنوبت
پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیلِ دولت

مدعیانِ علم

یہ ٹھہرے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارثِ انبیا[2] اب
بہت لوگ پیروں کی اولاد بن کر
نہیں ذاتِ والا میں کچھ جن کے جوہر
بڑا فخر ہے جن کو لے دے کے اس پر
کہ تھے ان کے اسلاف مقبول داور
کرشمے ہیں جا جا کے جھوٹے دکھاتے
مریدوں کو ہیں لوٹتے اور کھاتے

مدعیانِ درویشی

یہ ہیں جادہ پیمائے راہ طریقت
مقام ان کا ہے ماورائے[3] شریعت
انھیں پر ہے ختم آج کشف و کرامت
انھیں کے ہے قبضہ میں بندوں کی قسمت
یہی ہیں مراد[4] اور یہی ہیں مرید اب
یہی ہیں جنید اور یہی بایزید اب

---

۱ علم الٰہی وہ علم ہے جس میں ذات باری تعالیٰ اور ارواح و مجردات سے بحث کی جاتی ہے یونان اس کو تھیولوجی کہتا ہے جس کو عربی میں اثولوجیا بنا لیا ہے ۱۲

۲ یہ اشارہ ہے اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ (علما انبیا کے وارث ہیں) کی طرف یعنی طنزاً اس کا مصداق ان حضرات کو ٹھہرایا گیا ہے جو فی زمانہ مصنوعی مولوی بن کر دیہات میں گھومتے جہلا کو پھانستے اور تحصیل دولت کرتے پھرتے ہیں ۱۲.

۳ یعنے شریعت سے جدا جیسے کہ جاہل صوفی سمجھتے ہیں کہ طریقت شریعت سے علحدہ ہے ۱۲

۴ صوفیہ کی اصطلاح میں مراد وہ شخص ہے جس نے جاذبۂ الٰہی کے بعد سلوک اختیار کیا ہو اور مرید وہ ہے جو سلوک کے بعد جذب کے مرتبہ کو پہنچا ہو۔ ۱۲

۵ جنید بغدادی اور بایزید بسطامی رحمہما اللہ غالباً تیسری صدی ہجری کے مشہور اعزۂ کاملین میں سے ہیں۔ ۱۲

بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی
جگر جس سے شق ہو وہ تقریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے
تو گردن پہ بارِ گراں لے کے آئے
اگر بد نصیبی سے شک اسمیں لائے
تو قطعی خطاب اہلِ دوزخ پائے
اگر اعتراض اوسکی نکلا زباں سے
تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے

کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے
کبھی جھاگ[1] پر جھاگ ہیں منھ پر لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اسکو بتاتے
کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھاتے
ستون (چشم بد دور) ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خلق[2] رسولِ امیں کے

جو چاہے کہ خوش اونسے مل کر ہو انساں
تو ہے شرط وہ قوم کا ہو مسلماں[3]
نشاں سجدہ کا ہو جبیں پر نمایاں
تشرع میں اس کے نہ ہو کوئی نقصاں
لبیں[4] بڑھ رہی ہوں نہ ڈاڑھی چڑھی ہو
ازار اپنی حد سے نہ آگے بڑھی ہو

عقائد میں حضرت[5] کا ہمداستاں ہو
ہر اک اصل میں فرع میں ہمزباں ہو
حریفوں سے اونکے بہت بدگماں ہو
مریدوں کا ان کے بڑا مدح خواں ہو
گر ایسا نہیں ہے تو مردودِ دیں ہے
بزرگوں سے ملنے کے قابل نہیں ہے

۱؎ جھاگ یعنے کف یہاں اس کف سے مراد ہے جو غصہ کے وقت انسان کے منھ سے نکلتا ہے ۱۲

۲؎ قرآن مجید میں خدائے تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک میں خلق عظیم فرمایا ہے یہاں طنزاً بد اخلاق مولویوں کو اس کا مصداق ٹھہرایا ہے ۱۲

۳؎ یعنے اگر اونسے کوئی غیر مسلم ملنا چاہے تو وہ خوش اخلاقی سے نہ پیش آدیں گے ۱۲

۴؎ لبیں مونچھوں کے بال جو ہونٹوں پر سے کتر دیے جاتے ہیں ۱۲

۵؎ یعنے اونکے قبلہ و کعبہ کا ۱۲

شریعت کے احکام تھے وہ گوارا | کہ شیدا تھے ان پر یہود اور نصارا
گواہ ان کی نرمی کا قرآن ہے سارا | "خود الدین یسر" نبی نے پکارا
مگر یاں کیا ایسا تنگ اونکو | کہ مومن سمجھنے لگے بار ان کو
نہ کی اونکی اخلاق میں رہنمائی | نہ باطن میں کی اونکے پیدا صفائی
یہ احکام ظاہر کی لے یہ بڑھائی | کہ ہوتی نہیں اونسے دم بھر رہائی
وہ دیں جو کہ چشمہ تھا خلق نکو کا | کیا اسکو بازیچہ غسل و وضو کا

سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے | حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
عہ فتاووں پہ بالکل مدار عمل ہے | ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے
کتاب اور سنت کا ہے نام باقی | خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

---

۱ قرآن میں بہت سی آیتیں دین اسلام کی آسانی پر دلالت کرتی ہیں جیسے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر چاہتا ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی اور نہیں چاہتا ہے تمہارے ساتھ مشکل ۱۲ اور لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها نہیں تکلیف دیتا ہے اللہ کسی نفس کو مگر اوسکی وسعت بھر ۱۲ ما جعل علیکم فی الدین من حرج نہیں ڈالی تم پر دین میں مشکل وغیرہ ۱۲
۲ یعنے دین آسان ہے اسیطرح کی بہتیرا حدیثیں اسی باب میں مروی ہیں جیسے لا رهبانیة فی الاسلام لا صرورة فی الاسلام نہیں ہے رہبانیت اسلام میں اور نہیں ہے مصیبت پہونچانا اسلام میں اور اسیطرح اذا ام احدکم فلیخفف فان فیهم الصغیر والکبیر والضعیف والمریض جب پیشوا بنایا جاوے کوئی تم میں کا پس چاہیے کہ تخفیف کا خیال رکھے اسواسطے کہ ان میں صغیر و کبیر ضعیف مریض سب طرح کے لوگ ہیں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ موسم حج میں ایک شخص نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے قربانی سے پہلے سر منڈوالیا آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں ہے اب قربانی کرلے پھر ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے کنکریاں پھینکنے سے پہلے قربانی کرلی آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں اب کنکریاں پھینک لے صاحب میزان شعرانی کا قول ہے کہ دین میں جسقدر آسانیاں ہیں وہ خدا اور رسول کیطرف سے ہیں اور جتنی سختیاں ہیں وہ علما کیطرف سے ہیں ۱۲
۳ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنے میں اسلیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کی خوبیوں کو کمال کے درجہ تک پہونچادوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اچھا چلن اور نیک خصلت نبوت کا پچیسواں حصہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ وہ شخص مومن نہیں جسنے اپنا پیٹ بھر لیا اور ہمسایہ کو بھوکا چھوڑ دیا قرآن اور حدیث پر غور کرنیسے معلوم ہوتا ہے کہ رسالت کا بڑا مقصد اخلاق کی تہذیب تھی ۱۲
عہ وہ حیلے شہرت و شرہ ۱۲

جہاں مختلف ہوں روایات باہم — کبھی ہوں نہ سیدھی روایت سے خوش ہم
جسے عقل رکھے نہ ہرگز مسلّم — اسے ہر روایت سے سمجھیں مقدم
سب اس میں گرفتار چھوٹے بڑے ہیں — سمجھ پر ہماری یہ پتھر پڑے ہیں

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں — اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں — ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں — وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں — وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

تعصب[1] کہ ہے دشمن نوع انساں — بھرے گھر کیے سیکڑوں جس نے ویراں
ہوئی بزم نمرود[2] جس سے پریشاں — کیا جس نے فرعون کو نذر طوفاں
گیا جوش میں بولہب جسکے کھویا — ابوجہل کا جس نے بیڑا ڈبویا

وہ یاں اک عجب بھیس میں جلوہ گر ہے — چھپا جسکے پردے میں اس کا ضرر ہے
بھرا زہر جس جام میں سربسر ہے — وہ آب بقا ہم کو آتا نظر ہے

[illegible]

۱؎ تعصب اصل میں بیجا حمایت کرنے کو کہتے ہیں مگر چونکہ اکثر بیجا حمایت کے ساتھ بیجا مخالفت اور بیجا نفرت بھی پائی جاتی ہے اسلئے تعصب کا اطلاق حیف و میل دونوں پر ہوتا ہے ۱۲

۲؎ نمرود حضرت ابراہیمؑ کی مخالفت سے اور فرعون حضرت موسیٰؑ کے عناد سے اور ابولہب اور ابوجہل ہمارے نبیؐ کی دشمنی سے ایسے برباد ہوگئے کہ انکی تباہی اور بربادی آجتک ضرب المثل ہے ۱۲

تعصب کو اک جزو دیں سمجھتے ہیں ہم — جہنم کو خلد بریں سمجھتے ہیں ہم
ہمیں واعظوں نے یہ تعلیم دی ہے — کہ جو کام دینی ہے یا دنیوی ہے
مخالف کی ریس اس میں کرنی بری ہے — نشان غیرتِ دین حق کا یہی ہے
نہ ٹھیک اسکی ہرگز کوئی بات سمجھو — وہ دن کو کہے دن تو تم رات سمجھو

قدم گر رہِ راست پر اس کا پاؤ — تو تم سیدھے رستہ سے کترا کے جاؤ
پڑیں اس میں جو وقتیں وہ اٹھاؤ — لگیں جس قدر ٹھوکریں اس میں کھاؤ
جو نکلے جہاز اسکا بچکر بھنور سے — تو تم ڈال دو ناؤ اندر بھنور کے

اگر مسخ ہو جائے صورت تمہاری — بہائم میں ملجائے سیرت تمہاری
بدل جائے بالکل طبیعت تمہاری — سراسر بگڑ جائے حالت تمہاری
تو سمجھو کہ ہے حق کی اک شان یہ بھی — ہے اک جلوۂ نورِ ایمان یہ بھی

نہ اوضاع میں تم سے نسبت کسی کو — نہ اخلاق میں تم پہ سبقت کسی کو
نہ حاصل یہ کھانوں میں لذت کسی کو — نہ پیدا یہ پوشش یہ زینت کسی کو
تمھیں فضل ہر علم میں برملا ہے — تمھاری جہالت میں بھی اک ادا ہے

کوئی چیز سمجھو نہ اپنی بری تم — رہو بات کو اپنی کرتے بری تم
حمایت میں ہو جب کہ اسلام کی تم — تو ہو ہر بدی اور گنہ سے بری تم
بدی سے نہیں مومنوں کو مضرت — تمہارے گنہ اور نہ اوروں کی طاعت

مخالف کا اپنے اگر نام لیجئے — تو ذکر اس کا ذلت سے خواری سے کیجئے
کبھی بھول کر طرح اسمیں نہ دیجئے — قیامت کو دیکھوگے اس کے نتیجے
گناہوں سے ہوتے ہو گویا مبرا — مخالف پہ کرتے ہو جب تم تبرا

نہ سنی میں اور جعفری میں ہو الفت — نہ نعمانی و شافعی میں ہو ملت
وہابی سے صوفی کی کم ہو نہ نفرت — مقلد کرے نامقلد پہ لعنت
رہے اہل قبلہ میں جنگ ایسی باہم — کہ دینِ خدا پر ہنسے سارا عالم

کرے کوئی اصلاح کا گر ارادہ — تو شیطان سے اس کو سمجھو زیادہ
جسے ایسے مفسد سے ہے استفادہ — رہِ حق سے ہے برطرف اس کا جادہ
شریعت کو کرتے ہیں برباد دونوں
ہیں مردود شاگرد و استاد دونوں

(اسلام اور الفت و اخوت)

وہ دیں جس نے الفت کی بنیاد ڈالی — کیا طبعِ دوراں کو نفرت سے خالی
بنایا اجانب کو جس نے موالی — ہر اک قوم کے دل سے وحشت نکالی
عرب اور حبش ترک و تاجیک[2] و دیلم[1]
ہوئے سارے شیر و شکر مل کے باہم

(تفرقہ اور تعصب)

تعصب نے اس صاف چشمہ کو آکر — کیا بغض کے خار و خس سے مکدّر
بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر — نفاق اہلِ قبلہ میں پھیلا سراسر
نہیں دستیاب ایسے اب دو مسلماں
کہ ہو ایک کو دیکھ کر ایک شاداں

(اسلام اور اتفاق)

ہمارا یہ حق تھا کہ سب یار ہوتے — مصیبت میں یاروں کے غمخوار ہوتے
سب اک اک کے باہم مددگار ہوتے — عزیزوں کے غم میں دل افگار ہوتے
جب الفت میں تھے یوں ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

اگر بھولتے ہم نہ قولِ پیمبر — کہ ہیں سب مسلمان باہم برادر
برادر ہے جب تک برادر کا یاور — معین اس کا خود ہے خداوندِ داور
تو آتی نہ بیڑے پر اپنے تباہی
فقیری میں بھی کرتے ہم بادشاہی

وہ گھر جس میں ہوں دل ملے سب کے باہم — خوشی یا ناخوشی میں ہوں سب یار و ہمدم
اگر ایک خوشدل تو گھر سارا خرم — اگر ایک غمگیں تو دل سب کے پُرنم
مبارک ہے اس قصرِ شاہنشہی سے
جہاں ایک دل ہو مکدّر کسی سے

۱؎ دیلم ایک پہاڑی کا نام ہے جو گیلان کے پاس بحیرۂ کاسپین کے جنوب میں واقع ہے پہلے ایران میں شامل تھا اور اب علاقہ روس میں داخل ہے اس ملک کے باشندوں کو بھی دیلمی کہتے ہیں جن کے بال اکثر گھونگھر والے ہوتے ہیں ۱۲۔ ۲؎ تاجیک۔ عرب کا ایک ذلیل طبقہ

اگر ہو مدار اس پہ تحقیق دیں کا — کہ ہے دین والوں کا برتاؤ کیسا
ہے بازار ان کا کھرا یا کہ کھوٹا — ہے قول و قرار ان کا جھوٹا کہ سچا
تو ایسے نمونے بہت شاذ ہیں یاں — کہ اسلام پر جس نے قائم ہو برہاں
مجالس میں غیبت[۱] کا زور اس قدر ہے — کہ آلودہ اس خون میں ہر بشر ہے
نہ بھائی کو بھائی سے یاں درگذر ہے — نہ ملا کو ہے صوفی کو اس سے حذر ہے
اگر نشہ[۲] ہے ہو غیبت میں تنہا — تو ہشیار پایئے نہ کوئی مسلماں
جنہیں چار پیسے کا مقدور ہے یاں — سمجھتے نہیں ہیں وہ انسان کو انساں
موافق نہیں جن سے ایام دوراں — نہیں دیکھ سکتے کسی کو وہ شاداں
نشے میں تکبر کے ہے چور کوئی — حسد کے مرض میں ہے رنجور کوئی
اگر مرجع خلق ہے ایک بھائی — نہیں ظاہرا اس میں کوئی برائی
بھلا جس کو کہتی ہے ساری خدائی — ہر اک دل میں عظمت ہے جس کی سمائی
تو پڑتی ہیں اس پر نگاہیں غضب کی — کھٹکتا ہے کانٹا سا آنکھوں میں سب کی
بگڑتا ہے چودر قوم میں کوئی بن کر — ابھی بخت و اقبال تھے جس کے یاد
ابھی گردنیں جھکتی تھیں جس کے در پر — مگر کر دیا اب زمانے نے بے پر
تو ظاہر میں کڑھتے ہیں پر خوش ہیں جی میں — کہ ہمدرد ہاتھ آیا اک مفلسی میں
اگر اک جوانمرد ہمدرد انساں — کرے قوم پر دل سے جان اپنی قرباں

---

(۱) غیبت کے یہ معنے ہیں کہ کسی کی پیٹھ پیچھے یعنے عدم موجودگی میں وہ بات کہنا جو اگر اسکے روبرو کہتے تو وہ خجل و شرمندہ ہوتا پس اگر وہ عیب درحقیقت اس میں موجود ہو جو بیان کیا جاوے تو غیبت ہے اور اگر وہ عیب اوس میں نہیں ہے جو بیان کیا جاوے تو غیبت نہیں بلکہ تہمت و بہتان ہے غیبت شرعاً اخلاقاً بدترین عیوب انسانی ہے ۱۲

(۲) یعنے اگر غیبت میں بھی شراب کا سا نشہ ہوتا تو تمام مسلمان بدمست و بے ہوش پائے جائیں کیونکہ غیبت سے کوئی بچا ہوا نہیں ہے ۱۲

تو خود قوم اس پر لگا دے یہ بہتان
کہ ہے اسکی کوئی غرض اس میں پنہاں
دگر نہ پڑی کیا کسی کو کسی کی
یہ چالیں سراسر ہیں خود مطلبی کی

نکالے گر ان کی بھلائی کی صورت
تو ڈالیں جہاں تک بنے اس میں کھنڈت
کامیابی میں جب اس کی شہرت
تو دل سے تراشیں کوئی تازہ تہمت
منہ اپنا ہو گو دین و دنیا میں کالا
نہ ہو اک بھائی کا پر بول بالا

اگر پاتے ہیں دو دلوں میں صفائی
تو ہیں ڈالتے ان میں طرح جدائی
ٹھنی دو گروہوں میں جس دم لڑائی
تو گویا تمنا ہماری بر آئی
بس اس سے نہیں مشغلہ خوب کوئی
تماشا نہیں ایسا مرغوب کوئی

تغلب میں بدنیتی میں دغا میں
تحمد اور بناوٹ فریب اور ریا میں
شکایت میں بہتان میں افترا میں
کسی بزم بیگانہ و آشنا میں
نہ پاؤ گے رسوا و بدنام ہم سے
بڑھے پھر نہ کیوں شان اسلام ہم سے

خوشامد میں ہم کو وہ قدرت ہے حاصل
کہ انسان کو ہر طرح کرتے ہیں مائل
کہیں احمقوں کو بناتے ہیں عاقل
کہیں ہوشیاروں کو کرتے ہیں غافل
کسی کو اتارا کسی کو چڑھایا
یوں ہی سیکڑوں کو اسامی بنایا

روایات پر حاشیہ اک چڑھانا
مذمت پہ آنا تو طوفاں اٹھانا
یہ ہے روز مرہ کا یاں انکے عنواں
فصاحت میں بیمثل ہیں جو مسلماں

اسے جانتے ہیں بڑا اپنا دشمن
ہمارے کرے عیب جو ہم پہ روشن
نصیحت سے نفرت ہے ناصح سے ان بن
سمجھتے ہیں ہم رہنماؤں کو رہزن
یہی عیب ہے سب کو کھویا ہے جسنے
ہمیں ناؤ بھر کر ڈبویا ہے جسنے

وہ عہد ہمایوں جو خیر القرون[1] تھا
خلافت کا جب تک کہ قائم ستوں تھا

---

[1] یہ اشارہ ہے طرف اس حدیث کے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ بہتر زمانوں میں میرا زمانہ ہے (یعنی صحابہ کا) پھر انکا جو اس زمانے سے ملے ہوئے ہیں (یعنی تابعین کا) پھر انکا جو انسے ملے ہوئے اور قریب ہیں (یعنی تبع تابعین)

نبوت کا سایہ ابھی رہنموں تھا
سماں خیر و برکت کا ہر دم فزوں تھا
عدالت کے زیور سے تھے سب مزین
پھلا اور پھولا تھا احمد کا گلشن

سعادت بڑی اس زمانے کی یہ تھی
کہ جھکتی تھی گردن نصیحت پہ سب کی
نہ کرتے تھے خود قول حق سے خموشی
نہ لگتی تھی حق کی انھیں[١] بات کڑوی
غلاموں سے ہو جاتے تھے بند آقا
خلیفہ سے لڑتی تھی اک ایک بڑھیا[٢]

نبی نے کہا تھا جنھیں فخر امت
جنھیں خلد کی مل چکی تھی بشارت
مسلم تھی عالم میں جن کی عدالت
رہا مفتخر جن سے تخت خلافت
وہ[٣] پھرتے تھے راتوں کو چھپ چھپ کے در در
کہ شرمائیں اپنا کہیں عیب سنکر

---

(١) ایک مجلس میں مہاجر و انصار جمع تھے حضرت عمرؓ نے (کہ اس وقت خلیفہ تھے) تین بار سب سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ اگر میں حقوق خلافت میں سستی کروں تو تم کس طرح پیش آؤ؟ بشیر بن سعد نے جواب دیا کہ اگر تو ایسا کرے تو ہم تکلے کی طرح تیرے بل نکال دیں حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر تم ایسے ہو تو تمہارا کیا کہنا

(٢) ایک بار حضرت عمرؓ منبر پر کھڑے ہوئے بڑے بڑے مہر باندھنے کی ممانعت کر رہے تھے کہ ایک بڑھیا کھڑے ہو کر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی کہ ان اٰتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اگر دے چکے ہو تم انھیں سے ایک کو بہت کچھ مال تو اس دیے ہوئے مال میں سے کچھ واپس نہ لو۔ اور کہا کہ خلیفہ کو قرآن نہیں سمجھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا "عمر سے سب کا علم زیادہ ہے یہانتک کہ بڑھیوں کا بھی" اور پھر ممانعت نہ کی۔ ١٢

(٣) حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک بار کچھ سوداگر آ کر شہر سے باہر اترے رات کو آپ اور عبد الرحمٰن ابن عوف حسب عادت گشت کرنے کے لیے وہاں گئے۔ انکو رات بھر میں متعدد بار ایک بچے کے رونے کی آواز آئی عمر فاروقؓ ہر دفعہ اس خیمہ تک جاتے تھے اور اسکی ماں کو ملامت کر آتے تھے کہ تو کیسی بری ماں ہے کہ تیرا بچہ بول شب بھر بے چین ہے آخر اس عورت نے کہا کہ اے خدا کے بندے تو نے مجھے ساری رات دق کیا میں اس سے دودھ پینے کی عادت چھڑاتی ہوں اور وہ ضد کرتا ہے کہا کیوں۔ کہا عمر دودھ چھٹے بغیر بچوں کا وظیفہ مقرر نہیں کرتا یہ سنکر آپ بہت روئے اور کہا کہ خدا نے مسلمانوں کے کتنے بچے میرے سبب سے ہلاک ہوئے ہونگے اسی وقت منادی کرائی کہ کوئی عورت اپنے بچے کا دودھ جلدی نہ چھڑائے اور تمام ملک میں حکم دیا کہ مسلمان بچے جہاں بچہ ہوتے ہی اسکا وظیفہ مقرر کیا جائے۔

مگر ہم کہ ہیں دام و دد ہم سے بہتر
نہ اقران و امثال میں ہو قسر
نصیحت بات اک مانتے ہیں

نبوت نہ گر ختم ہوگی عرب پر
تو ہے جیسے مذکور قرآن کے اندر
یونہی جو کتاب اس پیمبر پہ آتی

ہنر ہم میں جو ہیں وہ معلوم ہیں سب
چلن اور اطوار مذموم ہیں سب
جہالت نہیں چھوڑتی ساتھ دم بھر

(۱) وہ تقویم پارینہ یونانیوں کی
یقین جس کو ٹھہرا چکا ہے کبھی کا
اسی جی سے سمجھے ہیں ہم زیادہ

زبور و توریت و انجیل و قرآں
مگر لکھ گئے جو اصول اہل یوناں
نہیں مٹتے جب تک کہ آثار دنیا

نہ ظاہر کہیں ہم میں خوبی نہ مضمر
نہ اجداد و اسلاف کے ہم ہیں جوہر
کہ گویا ہم اپنے کو پہچانتے ہیں

کوئی ہم پہ مبعوث ہوتا پیمبر
ضلالات یہود اور انصاری کی اکثر
وہ گمراہیاں سب ہماری جتاتی

علوم اور کمالات معدوم ہیں سب
فراغت سے دولت سے محروم ہیں سب
تعصب نہیں ہٹنے دیتا قدم بھر

وہ حکمت کہ ہے ایک دھوکے کی ٹٹی
عمل نے جسے کر دیا آکے ردی
کوئی بات اس میں نہیں کم زیادہ

بالاجماع ہیں قابل نسخ ادیاں
نہیں نسخ و تبدیل کا اس میں امکاں
مٹے گا کبھی کوئی شوشہ (۲) نہ ان کا

---

(۱) تقویم پارینہ پرانی جنتری جو سال گزرنے پر کسی کام کی نہیں رہتی ۱۲

(۲) شوشہ اندہ حرف کا سرا۔ مگر یہاں اس لفظ سے انجیل کی اس عبارت کی طرف تلمیح کی گئی ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں "جب تک آسمان و زمین نہ ٹلینگے توریت کا ایک لفظ یا ایک شوشہ نہ مٹے گا" یعنے حکمائے یونان کی کتابوں کو مسلمان بھی گویا ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا حضرت عیسیٰؑ نے توریت کی نسبت فرمایا ہے

نتائج ہیں جو مغربی علم و فن کے
وہ ہیں ہند میں جلوہ گر سو برس سے
تعصب نے لیکن وہ ڈالے ہیں پردے
کہ ہم حق کا جلوہ نہیں دیکھ سکتے
جمی ہیں دلوں میں ارسطو[1] کی راہیں
جو اب وحی اترے تو ایماں نہ لائیں

اب اس فلسفہ پر جو ہیں مرنے والے
شفا[2] اور مجسطی[3] کے دم بھرنے والے
ارسطو کی جو کھوٹ پہ سر دھرنے والے
فلاطون کی اقتدا کرنے والے
وہ تیلی کے کچھ بیل سے کم نہیں ہیں
پھرے عمر بھر اور جہاں تھے وہیں ہیں

وہ جب کر چکے ختم تحصیل حکمت
بندھی سر پہ دستار علم و فضیلت
اگر رکھتے ہیں کچھ طبیعت میں جودت
تو ہے انکی سب سے بڑی یہ لیاقت
کہ گر دن کو وہ رات کہدیں زباں سے
تو منوا کے چھوڑیں اسے اک جہاں سے

سوا اسکے جو آئے اسکو پڑھا دیں
اور انھیں جو کچھ آتا ہے اسکو بتا دیں
وہ سیکھی ہیں جو بولیاں سب سکھا دیں
میاں مٹھو[4] اپنا سا اس کو بنا دیں
یہ دیکھے ہے علم کا انکے حاصل
اسی پر ہے فخر انکو بین الاماثل

نہ سرکار میں کام پانے کے قابل
نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل
نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل
نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل
نہ پڑھتے تو سو طرح کھاتے کما کر
وہ کھوئے گئے اور تعلیم پا کر

---

[1] ارسطو (ارسطاطالیس) نامی مشہور حکیم ہے افلاطون کا شاگرد اور سکندر کا استاد اور وزیر بھی اور معلم اول کے لقب سے ملقب تھا علم حکمت، فلسفہ، منطق وغیرہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا بلکہ موجد مانا جاتا تھا ۱۲

[2] شفا بو علی سینا کی کتاب کا نام ہے۔ جو تمام فنون حکمت کو جامع ہے اور جسکی اٹھارہ جلدیں ہیں ۱۲

[3] مجسطی حکیم بطلیموس کی کتاب علم ریاضی میں ہے۔ جسکو خواجہ نصیر الدین محقق طوسی نے عربی میں ترجمہ کیا ہے ۱۲

[4] مٹھو طوطے کو کہتے ہیں اور میاں مٹھو بنانے سے ایسا پڑھانا مراد ہے جیسا طوطے کو پڑھاتے ہیں

جہاں جو کہ حضرت نے جو کچھ پڑھا ہے
مراد آپکی اسکے پڑھنے سے کیا ہے
مفاد اسمیں دنیا کا یا دین کا ہے
نتیجہ کوئی یا کہ اس کے سوا ہے
تو مجذوب کیطرح سب کچھ بکیں گے
جواب اسکا لیکن نہ کچھ دے سکیں گے

نہ حجت ابطالت پہ لا سکتے ہیں وہ
نہ اسلام کا حق جتا سکتے ہیں وہ
نہ قرآن کی آیات دکھا سکتے ہیں وہ
نہ حق کی حقیقت بتا سکتے ہیں وہ
دلیلیں ہیں سب آج بیکار انکی
نہیں چلتی تو یونہیں تلوار انکی

پڑے اس مشقت میں ہیں وہ سراپا
نتیجہ نہیں ان کو معلوم جس کا
گئیں بھول آگے کی بھیڑیں جو بٹیا
اسی راہ پر پڑ لیا گلہ سارا
نہیں جانتے یہ کہ جاتے کدھر ہیں
گئے بھول رستہ وہ یا راہ پر ہیں

مثال انکی کوشش کی ہے صاف ایسی
کہ کھائی کہیں بندروں نے جو سردی
ادھر اور ادھر دیر تک آگ ڈھونڈھی
نظر روشنی ان کو آئی نہ اس کی
مگر ایک جگنو چمکتا جو دیکھا
پتنگا اسے آگ کا سب نے سمجھا

لیا جا کے تھام اور سب نے اسیدم
کیا گھاس پھونس اسپہ لا کر فراہم
لگے اسکو سلگانے سب مل کے باہم
نہ کچھ آگ سلگی نہ سردی ہوئی کم
یونہی رات ساری انھوں نے گنوائی
مگر اپنی محنت کی نہ داد پائی

گزرتے تھے جو جانور اس طرف سے
جب اس کشمکش میں انھیں دیکھتے تھے
ملامت بہت سخت تھے ان کو کرتے
کہ شرمائیں وہ زعم باطل سے اپنے
مگر اپنی کد سے نہ باز آتے تھے وہ
ملامت پہ اور الٹے غراتے تھے وہ

نہ سمجھے وہ جب تک ہوا دن نہ روشن
اسیطرح جو ہیں حقیقت کے دشمن
نہ جھاڑینگے گرد توہم سے دامن
پہ جب ہو گا نور سحر لمعہ افگن
بہت جلد ہو جائیگا آشکارا
کہ جگنو کو سمجھے تھے وہ ایک شرارا

وہ طب جس پہ غش ہیں ہمارے اطبا — سمجھتے ہیں جس کو بیاض مسیحا
بتانے میں ہے نبض جسکے بہت سا — جسے عیب کیطرح کرتے ہیں اخفا
فقط چند نسخوں کا ہے وہ سفینہ — چلے آتے ہیں جو کہ سینہ بسینہ

نہ ان کو نباتات سے آگہی ہے — نہ اصلا خبر معدنیات کی ہے
نہ تشریح کی ان کی کسی پہ کھلی ہے — نہ علم طبیعی نہ کیمسٹری ہے
نہ پانی کا علم اور نہ علم ہوا ہے — مریضوں کا انکے نگہبان خدا ہے

نہ قانون میں ان کے کوئی خطا ہے — نہ تخمین میں انگشت رکھنے کی جا ہے
سدیدی میں جو کچھ لکھا ہے بجا ہے — نفیسی کے ہر قول پر جاں فدا ہے
سلف لکھ گئے جو قیاس و گماں سے — سمجھتے ہیں اترے ہوئے آسماں سے

وہ شعر اور قصائد کا ناپاک دفتر — عفونت میں سنڈاس سے جو ہے بدتر
زمیں جس سے ہے زلزلہ میں برابر — ملک جس سے شرماتے ہیں آسماں پر
ہوا علم و دیں جس سے تاراج سارا — وہ علموں میں علم ادب ہے ہمارا

برا شعر کہنے کی گر کچھ سزا ہے — عبث جھوٹ بکنا اگر ناروا ہے
تو وہ محکمہ جس کا قاضی خدا ہے — مقرر جہاں نیک و بد کی جزا ہے
گنہگار واں چھوٹ جائینگے سارے — جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

سخن جو ہے یاں آج مشہور سارا — نہیں قوم کو ظاہرا جس سے چارا
ہر اک کذب و بہتاں ہے جس کو گوارا — مجسم ہوا اس کا گر جھوٹ سارا
بنے بوم میں اس سے اور اک ہمالہ — ہمالہ سے ہو جسکی چوٹی دو بالا

زمانے میں جتنے قلی اور نفر ہیں — کمائی سے اپنی وہ سب بہرہ ور ہیں
گویے بیروں کے نور نظر ہیں — ڈفالی بھی لاتے کچھ مانگ کر ہیں
مگر اس تپ دق میں جو مبتلا ہیں — خدا جانے وہ کس مرض کی دوا ہیں

جو سقے ہوں جی سے جائیں گزر سب
بنے دم پہ گر شہر چھوڑیں نفر سب
بکھر کر جائیں ہجرت جو شاعر ہمارے

عرب جو کہ تھے دنیا میں اس فن کے بانی
زمانے نے جن کی فصاحت تھی مانی
سب اونکے ہنر اور کمالات کھو کر

ادب میں گری جان اونکی زباں سے
سناں کیلئے کام انھوں نے سناں سے
ہوئے انکے شعروں سے اخلاق صیقل

خلف انکے یاں جو کہ جادو بیاں ہیں
بلاغت میں مشہور ہندوستاں ہیں
کہ جب شعر میں عمر ساری گنوائیں

تو آخر کو از بر ہیں دیوان ان کے
نکلتے ہیں تکو نہیں ارمان ان کے
کہ عقلوں پہ پردے دیے ڈال انھوں نے

شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے
کسی کو کبوتر اڑانے کی لت ہے
چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی

سدا گرم انفاس ہے ان کی صحبت
پڑھے لکھوں کے سایہ سے انکو وحشت
کمینوں کی جرگہ میں عمریں گنوانی

ہو میلا جہاں کم ہوں دھوبی اگر سب
جو تھم جائیں مہتر تو گندے ہوں گھر سب
کہیں ملکے تغلق جہاں پاک سارے

نہ تھا کوئی آفاق میں جن کا ثانی
مٹا دی مگر بزدلوں نے ان کی نشانی
رہے شاعری کو بھی آخر ڈبو کر

جلا دیں نے پائی اونکے بیاں سے
زبانوں کے کوچے تھے بڑھکر سناں سے
پڑی انکے خطبوں سے عالم میں ہلچل

فصاحت میں مقبول پیر و جواں ہیں
وہ کچھ ہیں تو نے دیکھے اس گوپ بیاں ہیں
تو بھانڈ اونکی غزلیں مجالس میں گائیں

گو یہ نہیں سمجھیں احسان ان کے
ثنا خواں ہیں ابلیس و شیطان ان کے
ہیں کھو یا فارغ اقبال انھوں نے

تباہ ان کی حالت بری انکی گت ہے
کسی کو بٹیرے لڑانے کی دھت ہے
مدک اور چنڈو کا رسیا ہے کوئی

ہر اک لہو و لعب سے انکی ملت
مدارس کی تعلیم سے ان کو نفرت
اونھیں گالیاں دینی اور آپ کھانی

نہ علمی مدارس میں ہیں ان کو پاتے — نہ شائستہ جلسوں میں ہیں آتے جاتے
یہ میلوں کی رونق ہیں جاکر بڑھاتے — پڑے پھرتے ہیں دیکھتے اور دکھاتے
کتاب اور علم سے پھرتے ہیں بھاگے
مگر ناچ گانے میں ہیں سب سے آگے

اگر کیجیے ان پاک شہدوں کی گنتی — ہوا جن کے پہلو سے بچ کر ہے چلتی
ملی خاک میں جن سے عزت بڑوں کی — مٹی خاندانوں کی ہے جن سے بزرگی
تو یہ جس قدر خانہ برباد ہونگے
وہ سب ان شریفوں کی اولاد ہونگے

ہوئی ان کی بچپن میں یوں پاسبانی — کہ قیدی کی جیسے کٹے زندگانی
لگی ہونے جب کچھ سمجھ ان کی سیانی — چڑھی بھوت کی طرح سر پر جوانی
بس اب گھر میں دشوار رہنا ہے انکا
اکھاڑوں میں تکیوں میں رمنا ہے انکا

نشہ میں مے عشق کے چور ہیں وہ — صف فوج مژگاں میں محصور ہیں وہ
غم چشم و ابرو میں رنجور ہیں وہ — بہت ہاتھ سے دل کے مجبور ہیں وہ
کریں کیا کہ ہے عشق طینت میں انکی
حرارت بھری ہے طبیعت میں انکی

اگر شش جہت میں کوئی دلربا ہے — تو دل ان کا نادیدہ اس پر فدا ہے
اگر خواب میں کچھ نظر آگیا ہے — تو یاد اس کی دن رات نام خدا ہے
بھری سب کی وحشت سے روداد ہے یاں
جسے دیکھیے قیس و فرہاد ہے یاں

اگر ماں ہے دکھیا تو ان کی بلا سے — اپاہج ہے باوا تو ان کی بلا سے
جو ہے گھر میں فاقہ تو ان کی بلا سے — جو مرتا ہے کنبہ تو ان کی بلا سے

---

۱ سیانی بجائے سیانا بروزن ہیانی صفت مؤنث جس کے معنے ہوشیار صاحب تمیز اور سمجھدار کے ہیں ۱۲
۲ شش جہت یعنی دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے چھ سمتیں ہیں مگر اس سے اکثر تمام دنیا مراد لیتے ہیں ۱۲
۳ صوفیہ کی اصطلاح میں ذات باری تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ ماسوا ہے مگر اس جگہ طرزاً ماسوائے معشوق مجازی سے مراد بیگانگی ہے ۱۲

جنھوں نے لگائی ہو لو دلربا سے
غرض پھر انھیں کیا رہی ماسوا سے[3]

نہ گالی سے دشنام سے جی چرائیں
نہ جوتی سے پیزار سے ہچکچائیں

جو مجلسوں میں جائیں تو نچپن نہ کھائیں
جو محفل میں بیٹھیں تو ٹھٹھے اڑائیں

لڑاتے ہیں اوباش اپنی ہنسی سے
گزرتے ہیں اندر انکی ہمسائی سے

سپوتوں[1] کو اپنے اگر بیاہ دیجے
تو بہوؤں کا بوجھ اپنی گردن پہ لیجے

جو بیٹی کے پیوند کی فکر کیجے
تو بردار ہیں کہاں بھانجے اور بھتیجے

یہی جھینکنا گھر بگھر ہے
بہو کا ٹھکانا نہ بیٹی کو بر[2] ہے

نہ مطلب نگاری کا ان کو سلیقہ
نہ دربار داری کا ان کو سلیقہ

نہ اجہد داری کا ان کو سلیقہ
نہ خدمت گزاری کا ان کو سلیقہ

قلی یا نفر[3] ہوں تو کچھ کام آئے
مگر انکو کس کام میں کوئی کھپائے

نہیں ملتی روٹی جنھیں پیٹ بھر کے
وہ گزران کرتے ہیں سو عیب کر کے

جو ہیں ان میں دو چار آسودہ گھر کے
وہ دن رات خواہاں ہیں مرگ پدر کے

نمونے یہ اعیان و اشراف کے ہیں
سلف انکے وہ تھے خلف انکے یہ ہیں

وہ اسلام کی پود شاید یہی ہے
کہ جس کی طرف آنکھ سب کی لگی ہے

بہت جس سے آئندہ چشم بہی ہے
بقا منحصر جس پہ اسلام کی ہے

ف۳ صوفیہ کی اصطلاح میں ذات باری تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ ماسوا ہے مگر اس جگہ طنزاً ماسوائے معشوق بجائے خدا کے مراد لی گئی ہے ۱۲

ف۱ لائق اور رشید بیٹا۔ طنزاً نالائق بیٹے کو بھی کہتے ہیں ۱۲

ف۲ بر۔ اس لڑکے کو کہتے ہیں جس سے بیٹی کا ازدواج ہو سکے اور اوسکو بر نہیں ملتا یعنی اوسکو ایسا لڑکا نہیں ملتا جس سے اوسکی شادی کیجاوے ۱۲

ف۳ نفر اردو میں سائیس و چاکر قلی اور کم درجے کے آدمی کو کہتے ہیں ۱۲

یہی جان ڈالے گی باغ کہن میں
اسی سے بہار آئے گی اس چمن میں
یہی ہیں وہ نسلیں مبارک ہماری
کہ بخشیں گی جو دین کو استواری
کریں گی یہی قوم کی غمگساری
انھیں پر امیدیں ہیں موقوف ساری
یہی شمع اسلام روشن کریگی
بڑوں کا یہی نام روشن کریگی

خلف ان کے الحق اگر یاں یہی ہیں
سلف کے اگر فاتحہ خواں یہی ہیں
اگر یادگار عزیزاں یہی ہیں
اگر نسل اشراف و اعیاں یہی ہیں
تو یاد اسقدر انکی رہجائیگی یاں
کہ اک قوم رہتی تھی اس نام کی یاں

سمجھتے ہیں شائستہ جو آپ کو یاں
ہیں آزادی رائے پر جو کہ نازاں
چلن پر ہیں جو قوم کے اپنی خنداں
مسلماں ہیں سب جنکے نزدیک ناداں
جو ڈھونڈھو گے یارونکے ہمدرد انہیں
تو نکلینگے تھوڑے جو انگر وانہیں

نہ رنج ان کے افلاس کا ان کو اصلا
نہ فکر ان کی تعلیم اور تربیت کا
نہ کوشش کی ہمت نہ دینے کو پیسا
اڑانا مگر مفت اک اک کا خاکا
کہیں انکی پوشاک پر طعن کرنا
کہیں انکی خوراک پر نام دھرنا

عزیزوں کی جس بات میں عیب پانا
نشانہ اسے پھبتیوں کا بنانا
شماتت[1] سے دل بھائیوں کا دکھانا
یگانوں کو بیگانہ بن کر چڑانا
نہ کچھ درد کی چوٹ انکے جگر میں
نہ قطرہ کوئی خون کا چشم تر میں

جہاز ایک گرداب میں پھنس رہا ہے
پڑا جس سے جوکھوں میں چھوٹا بڑا ہے
نکلنے کا رستہ نہ بچنے کی جا ہے
کوئی ان میں سوتا کوئی جاگتا ہے
جو سوتے ہیں وہ مست خواب گراں ہیں
جو بیدار ہیں وہ بہ خنداں زناں ہیں
کوئی ان سے پوچھے کہ اے ہوش والو
کس امید پر تم کھڑے ہنس رہے ہو

---

[1] کسی کی خرابی پر خوش ہونا ۱۲

برا وقت بیڑے پہ آنے کو ہے جو
نہ چھوڑیگا سوتوں کو اور جاگتوں کو
بچو گے نہ تم اور نہ ساتھی تمہارے
اگر ناؤ ڈوبی تو ڈوبینگے سارے

غرض عیب کیجے بیاں اپنے کیا کیا
کہ بگڑا ہوا یاں ہے آوے کا آوا
فقیہ اور جاہل ضعیف اور توانا
تاسف کے قابل ہے احوال سب کا
مریض ایسے مایوس دنیا میں کم ہیں
بگڑ کر کبھی جو نہ سنبھلیں وہ ہم ہیں

کسی نے یہ اک مرد دانا سے پوچھا
کہ نعمت ہے دنیا میں سب سے بڑی کیا
کہا "عقل جس سے ملے دین و دنیا"
کہا "گر نہ ہو اوس سے انساں کو بہرا"
کہا "پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے
کہ جو باعثِ افتخارِ بشر ہے"
کہا "گر نہ ہو یہ بھی اس کو میسر"
کہا "مال و دولت ہے پھر سب سے بڑھکر"
کہا "دل ہو یہ بھی اگر بند او سیر"
کہا "اوس پہ بجلی کا گرنا ہے بہتر
وہ ننگِ بشر تاکہ ذلت سے چھوٹے
خلائق سب اسکی نحوست سے چھوٹے"

مجھے ڈر ہے اے میرے ہم قوم والو
مبادا کہ وہ ننگِ عالم تمہیں ہو
گر اسلام کی کچھ حمیت ہے تم کو
تو جلدی سے اٹھو اور اپنی خبر لو
وگرنہ یہ قول آئیگا راست تم پر
کہ ہونے سے انکا نہ ہونا ہے بہتر

رہوگے یونہیں فارغ البال کب تک
نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک
رہے گی نئی پود[1] پامال کب تک
نہ چھوڑو گے تم پھیریا چال[2] کب تک
بس اگلے فسانے فراموش کر دو
تعصب کے شعلے کو خاموش کر دو

---

[1] پود چھوٹے درخت اولاد نسل ۱۲

[2] یعنے اوروں کی دیکھا دیکھی بے سمجھے بوجھے کوئی کام کرنا۔ یہ لفظ بھیڑ چال سے بگڑ کر پھیریا چال ہو گیا ہے کیونکہ بھیڑوں کی عادت ہے کہ اگلی بھیڑ جس راستہ پر پڑی پچھلی بھی اوسی کے ساتھ ہو لیتی ہیں۔ ۱۲

دور ترقی کا حصہ

حکومت نے آزادیاں تم کو دی ہیں
ترقی کی راہیں سراسر کھلی ہیں
صدائیں یہ ہر سمت سے آ رہی ہیں
کہ راجا سے پرجا تلک سب سکھی ہیں
تسلط ہے ملکوں میں امن و اماں کا
نہیں بند رستہ کسی کارواں کا

نہ بدخواہ ہے دین و ایماں کا کوئی
نہ دشمن حدیث اور قرآن کا کوئی
نہ ناقص ہے ملت کے ارکان کا کوئی
نہ مانع شریعت کے فرمان کا کوئی
نمازیں پڑھو بے خطر معبدوں میں
اذانیں دھڑلے سے دو مسجدوں میں

کھلی ہیں سفر اور تجارت کی راہیں
نہیں بند صنعت کی حرفت کی راہیں
جو روشن ہیں تحصیل حکمت کی راہیں
تو ہموار ہیں کسب و دولت کی راہیں
نہ گھر میں غنیم اور دشمن کا کھٹکا
نہ باہر ہے قزاق و رہزن کا کھٹکا

مہینوں کے کٹتے ہیں رستے پلوں میں
گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں
ہر اک گوشہ گلزار ہے جنگلوں میں
شب و روز ہے ایمنی قافلوں میں
سفر جو کبھی تھا نمونہ سقر کا
وسیلہ ہے وہ اب سراسر ظفر کا

پہنچتی ہیں ملکوں سے دم دم کی خبریں
چلی آتی ہیں شادی و غم کی خبریں
عیاں ہیں ہر اک بر اعظم کی خبریں
کھلی ہیں زمانہ پہ عالم کی خبریں
نہیں واقعہ کوئی پنہاں کہیں کا
ہے آئینہ احوال روئے زمیں کا

مگر قدر اس امن و آزادگی کی
کہ ہے صاف ہر سمت راہ ترقی
ہر اک راہرو کا زمانہ ہے ساتھی
یہ ہر سو سے آواز پیہم ہے آتی
کہ دشمن کا کھٹکا نہ رہزن کا ڈر ہے
نکل جاؤ رستہ ابھی بے خطر ہے

بہت قافلے دیر سے جا رہے ہیں
بہت بوجھ بار اپنے لدوا رہے ہیں
بہت چل چلاؤ میں گھبرا رہے ہیں
بہت سے نہ چلنے سے پچھتا رہے ہیں
مگر اک تمہیں ہو کہ سوتے ہو غافل
مبادا کہ غفلت میں کھوئی ہو منزل

نہ بدخواہ سمجھو بس اب یاوروں کو — لٹیرے نہ ٹھہراؤ تم رہبروں کو
نہ دو الزام بیجا نصیحت گروں کو — ٹٹولو ذرا پہلے اپنے گھروں کو
کہ خالی ہیں یا پر ذخیرے تمہارے — برے ہیں کہ اچھے ذخیرے تمہارے

امیروں کی تم سن چکے داستاں سب — چلن ہو چکے عالموں کے بیاں سب
شریفوں کی حالت ہے تم پر عیاں سب — بگڑنے کو تیار بیٹھے ہیں یاں سب
یہ بوسیدہ گھر اب گرا کا گرا ہے — ستون[1] اس کا مرکز ثقل سے ہٹ چکا ہے

یہ جو کچھ ہوا ایک شمہ ہے اس کا — کہ جو وقت یاروں پہ ہے آنے والا
زمانہ نے اونچے سے جس کو گرایا — وہ آخر کو مٹی میں مل کر رہے گا
نہیں گرچہ کچھ قوم میں جان باقی — ابھی اور ہونا ہے پامال باقی

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے — سر انجام ہر قوم و ملت یہی ہے
سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہے — طلسم جہاں کی حقیقت یہی ہے
بہت یاں ہوئے خشک چشمے ابل کر — بہت باغ چھانٹے[2] گئے پھول پھل کر

کہاں ہیں وہ اہرام[3] مصری کے بانی — کہاں ہیں وہ گردان[4] زابلستانی
گئے پیشدادی[5] کدھر اور کیانی[6] — مٹا کر رہی سب کو دنیائے فانی

---

[1] ستون کا مرکز ثقل سے ہٹ جانا مقدمہ ہے مکاں کے گر جانے کا ۱۲ — [2] باغ چھانٹنا باغ آراستہ کرنا درختوں سے خشک اور بیکار ٹہنیاں اور پتے دور کرنا ۱۲

[3] اہرام مصری مصر کے مثلث نا چوپہل مینار ہیں جو دریائے نیل سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہیں ان میں سے ایک مینار دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے اس سے زیادہ کوئی قدیم عمارت شاید دنیا میں موجود نہیں ۱۲ — [4] گردان زابلستانی سے مراد رستم کا خاندان ہے ۱۲

[5] فارس کے گیارہ بادشاہ جو کیومرث کی اولاد میں ہوئے ہیں پیشدادی کہلاتے ہیں ۱۲

[6] کیانی بادشاہوں سے کیقباد کیکاؤس کیخسرو کے لہراسپ مراد ہیں ۱۲

لگاؤ کہیں کھوج کلدانیوں[۵] کا — بتاؤ نشاں کوئی ساسانیوں[۶] کا
وہی ایک ہے جس کو دائم بقا ہے — جہاں کی وراثت اسی کو سزا ہے
سوا اس کے انجام سب کا فنا ہے — نہ کوئی رہے گا نہ کوئی رہا ہے
مسافر یہاں ہیں فقیر اور غنی سب — غلام اور آزاد ہیں رفتنی سب

---

۵ کلدانی کیلڈیا یعنے خالدیہ بابل والے ۱۲
۶ بہمن بن اسفندیار کی اولاد میں جس قدر بادشاہ ہوئے ہیں ان کا ساسانی لقب ۱۲

دوسرا دیباچہ

سنہ ۱۳۰۳ھ
سنہ ۱۸۸۶ع

حدیث درد و لاویز و داستانے ہست
کہ ذوق بیش دہد چوں دراز تر گردد

مسدس مد و جزر اسلام اول ہی اول ۱۲۹۶ھ ہجری میں چھپکر شائع ہوا تھا اگرچہ اس نظم کی اشاعت سے شاید کوئی معتد بہ فائدہ سوسائٹی کو نہیں پہونچا مگر چھ برس میں جس قدر قبولیت یا شہرت اس نظم کو اطراف ہندوستان میں ہوئی وہ فی الواقع تعجب انگیز ہے نظم بالکل غیر مانوس تھی۔ اور مضمون اکثر طعن و ملامت پر مشتمل تھے قوم کی خرابیاں چن چن کر ظاہر کی گئی تھیں اور زبان سے تیغ و سناں کا کام لیا گیا تھا۔ ناظم کی نسبت قوم کے اکثر ابرار و اخیار مذہبی سوء ظن رکھتے تھے تعصب عموماً کلمہ حق سننے سے مانع تھا۔ بایں ہمہ اس تھوڑی سی مدت میں یہ نظم ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی ہندوستان کے مختلف اضلاع میں اس کے آٹھ سات ایڈیشن اب سے پہلے چھپ چکے ہیں۔ بعض قومی مدرسوں میں اس کا انتخاب بچوں کو پڑھایا جاتا ہے مولد شریف کی مجلسوں میں جا بجا اس کے بند پڑھے جاتے ہیں۔ اکثر لوگ اس کو پڑھ کر بے اختیار رو دیتے اور آنسو بہاتے ہیں۔ اس کے بہت سے بند ہمارے واعظوں کی زبان پر جاری ہیں۔ کہیں کہیں قومی ناٹک میں اس کے مضامین ایکٹ کیے جاتے ہیں بہت سے مسدس اسی کی روش پر اسی بحر میں ترتیب دیے گئے ہیں شمالی مغربی اضلاع کے سرکاری مدارس میں عام قبولیت کی وجہ سے اس کو تعلیم

میں داخل کر لیا گیا ہے یہ اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نے اس کی طرف کافی توجہ کی ہے مگر اس پر مصنف کو کچھ فخر کرنے کا محل نہیں ہے اگر قوم کے دل میں متاثر ہونے کا مادہ نہ ہوتا تو یہ اور ایسی ایسی ہزار نظمیں بیکار رہتیں پس مصنف کو اگر فخر ہے تو صرف اس بات پر کہ اس نے زمین شور میں تخم ریزی نہیں کی اور پتھر میں جونک لگانی نہیں چاہی۔ اس نے ایک ایسی جماعت کو مخاطب کر دانا ہے جو بے راہ ہے پر گمراہ نہیں ہے وہ رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں مگر رستے کی تلاش میں چپ و راست نگراں ہیں۔ ان کے ہنر مفقود ہو گئے ہیں مگر قابلیت موجود ہے۔ ان کی صورت بدل گئی ہے مگر ہیولٰے باقی ہے۔ ان کے قوائے مضمحل ہو گئے ہیں مگر زائل نہیں ہوئے۔ ان کے جوہر مٹ گئے ہیں مگر جلا سے پھر نمودار ہو سکتے ہیں ان کے عیبوں میں خوبیاں بھی ہیں مگر چھپی ہوئی۔ ان کے خاکستر میں چنگاریاں بھی ہیں مگر دبی ہوئی۔

یہ نظم جس میں قوم کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا صحیح صحیح نقشہ کھینچنا مد نظر تھا اگرچہ مشرق کی عام نظموں کی نسبت مبالغہ سے خالی تھی لیکن فروگذاشت سے خالی نہ تھی۔ دوست کی نگاہ نکتہ چینی اور خردہ گیری میں وہی کام کرتی ہے جو دشمن کی نگاہ کرتی ہے دونوں یکساں عیبوں پر خردہ گیری اور خوبیوں سے چشم پوشی کرتے ہیں مگر دشمن اس غرض سے کہ عیب ظاہر ہوں اور خوبیاں مخفی رہیں اور دوست اس خوف سے کہ مبادا خوبیں کا غرور عیبوں کی اصلاح سے باز رکھے۔ مصنف بھی جو کہ دوستی کا دم بھرتا ہے شاید محبت اور دلسوزی ہی سے قوم کی عیب جوئی پر مجبور ہوا اور ہنر گستری سے معذور رہا۔ مگر یہ اسلوب جس قدر غیرت دلانے والا تھا اسی

قدر مایوس کرنے والا بھی تھا مصنف کے دل کی آگ بھڑک کر بجھ گئی تھی اور اس کی افسردگی الفاظ میں سرایت کر گئی تھی۔ نظم کا خاتمہ ایسے دلشکن اشعار پر ہوا جس نے تمام امیدیں منقطع ہو گئیں اور تمام کوششیں رائگاں نظر آنے لگیں۔ شاید اس خرابی کا تدارک کچھ نہ ہو سکتا۔ اگر قوم کی توجہ مصنف کے دل میں ایک نئی تحریک پیدا نہ کرتی اور قوم کو ایک نئے خطاب کا مستحق نہ ٹھہراتی گو قوم نہیں بدلی مگر اس کے تیور بدلتے جاتے ہیں پس اگر تحسین کا وقت نہیں آیا تو نفرین ضرور کم ہونی چاہیئے۔ بعض احباب کی تحریک نے ان خیالات کی تائید کی اور ایک ضمیمہ مقتضائے حال کے موافق اصل مسدس کے آخر میں لاحق کیا گیا۔ ضمیمہ کو طول دینا مصنف کا مقصود نہ تھا مگر اس مضمون کو چھیڑ کر طول سے بچنا ایسا ہی مشکل تھا جیسے سمندر میں کود کر ہاتھ پاؤں نہ مارنا۔

قدیم مسدس میں بھی جستہ جستہ تصرف کیا گیا ہے شاید بعض تصرفات کو ناظرین اس وجہ سے کہ قدیم اسلوب مانوس ہو گیا تھا پسند نہ کریں مگر مصنف کا فرض تھا کہ دوستوں کی ضیافت میں کوئی ایسی چیز پیش نہ کرے جو خود اس کے مذاق میں ناگوار معلوم ہو۔ نظم نہ پہلے پسند کے قابل تھی اور نہ اب ہے مگر الحمد للہ کہ درد اور سچ پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے۔ امید ہے کہ درد پھیلے گا اور سچ چمکے گا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۵

۱؎ اے پروردگار ہمارے قبول کر ہم سے تحقیق کہ تو بہت بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے ۱۲۔

ضمیمہ

بس اے ناامیدی نہ یوں دل بجھا تو
جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو
ذرا ناامیدوں کی ڈھارس بندھا تو
فسردہ دلوں کے دل آخر بڑھا تو
ترے دم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں
جلی کھیتیاں تو نے سرسبز کی ہیں

سفینے پہ نوحؑ کے طوفاں میں تو تھی
سکون بخش یعقوبؑ کنعاں میں تو تھی
زلیخا کی غمخوار ہجراں میں تو تھی
دل آرام یوسفؑ کی زنداں میں تو تھی
مصائب نے جب آ کے انکو گھیرا
سہارا وہاں سب کو تھا ایک تیرا

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تو نے
بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تو نے
اکھڑتے دلوں کو جمایا ہے تو نے
اجڑتے گھروں کو بسایا ہے تو نے
بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے
اندھیرے میں اکثر اجالا کیا ہے

قوی تجھ سے ہمت ہے پیر و جواں کی
بندھی تجھ سے ڈھارس ہی خورد و کلاں کی
تجھی پر ہے بنیاد نظم جہاں کی
ہو تو تو رونق نہ ہو اس دکاں کی
تگ و پو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے
رہ و رو ہے ہر قافلے میں تجھی سے

کسانوں سے ہل میں تو ہے بوواتی
جہازوں کو گرداب میں ہے کھواتی
سکندر کو دارا پہ ہے تو چڑھاتی
فریدوں کو ضحاک[1] سے ہے لڑاتی
چلے سب جدھر تو نے مائل عناں کی
نظر تیری سیٹی پہ ہے کارواں کی

نوازا بہت بینواؤں کو تو نے
تو انگر بنایا گداؤں کو تو نے
دیا دسترس نارساؤں کو تو نے
کیا بادشہ ناخداؤں کو تو نے

---

(۱) ضحاک قدیم ایران کا ایک مشہور ظالم اور زبردست بادشاہ ہے جو جمشید کے بعد فرمانروا ہوا اور فریدون نے باوجود بے سروسامانی کے کاوہ آہنگر کی حمایت سے مغلوب اور ہلاک کیا اور خود اسکی جگہ فرمانروا ہوا ۔ ۱۲

سکندر کو شان کئی[۱] تو نے بخشی
وہ رہرو نہیں رکھتے جو کوئی ساماں
نہ ساتھی کوئی جس سے منزل ہو آساں
تہے دل پہ خوش خوش ہیں اس طرح جاتے
زمیں جوتنے کو جب اٹھتا ہے جوتا
شب و روز محنت میں ہے جا کے کھوتا
مگر موج زن اسکے دل میں نہ تو ہو
بنے اس سے کچھ بھی مگر سو اپنے دم پہ
بہانہ اک فزوں اور ہو گو وہ غم ہے
نہیں ذکر تو دل بڑھاتی ہے جبتک
یہ سچ ہے کہ حالت ہماری زبوں ہے
جہالت وہی قوم کی رہنموں ہے
مگر اے امید اک سہارا ہے تیرا
نہیں قوم میں گرچہ کچھ جان باقی
نہ وہ جاہ و حشمت کے سامان باقی

کلمبس[۲] کو دنیا نئی تو نے بخشی
خور و نزاد سے جنکا خالی ہے داماں
نہ محرم کوئی جو سنے درد پنہاں
کہ جا کر خزانہ ہیں اب کوئی پاتے
سہیں کا گماں تک نہیں جبکہ ہوتا
بچھونا نہیں پانوں پھیلا کے سوتا
تو دنیا میں غل بھوک کا چار سو ہو
بلاؤں کا ہو سامنا ہر قدم پر
گذرتی ہو جو کچھ گذر جائے ہم پر
دماغ نہیں جو تیری آگ ہے جبتک
حریف ہر کی غفلت وہی جو نکی توں ہے
تعصب کی گردن پہ ملت کا خوں ہے
کہ جلوہ یہ دنیا میں سارا ہے تیرا
نہ اسمیں وہ اسلام کی شان باقی
پر اس حال میں بھی ہے اک آن باقی

---

۱ اہرام مصری مروے کے مثلث نما جو پہلی مینار ہیں جو دریائے نیل سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہیں انہیں سے ایک مینار دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے اسے زیادہ کوئی قدیم عمارت شاید دنیا میں نہیں ۱۲

۲ گردان زابلستانی سے مراد رستم کا خاندان ہے۔

۳ فارس کے گیارہ بادشاہ جو کیومرث کی اولاد میں ہوئے ہیں پیشدادی کہلاتے ہیں ۱۲

۴ کیانی بادشاہوں سے کیقباد کیکاؤس کیخسرو کے لہر کے اسپ مراد ہیں۔

۵ کلدانی کیمیڈیا یعنی خالدیہ بابل والے ۱۲

۶ بہمن بن اسفندیار کی اولاد میں جسقدر بادشاہ ہوئے ہیں انکا ساسان لقب ہے ان ہی کو ساسانی بادشاہ کہتے ہیں ۱۲

بگڑنے کا گو ان کے وقت آگیا ہے
مگر اس بگڑنے میں بھی اک ادا ہے

بہت ہیں ابھی جن میں غیرت ہے باقی
دلیری نہیں پر حمیت ہے باقی
فقیری میں بھی بوئے ثروت ہے باقی
تہی دست ہیں پر مروت ہے باقی
مٹے پر بھی پندار ہستی وہی ہے
مکاں گرم ہے آگ گو بجھ گئی ہے

سمجھتے ہیں عزت کو دولت سے بہتر
فقیری کو ذلت کی شہرت سے بہتر
گلیم قناعت کو ثروت و جنت سے بہتر
انھیں موت ہے بار منت سے بہتر
سر انکا نہیں در بدر جھکنے والا
وہ خود پست ہیں پر نگاہیں ہیں بالا

امکان ترقی

مشابہ ہے قوم اس مریض جواں سے
کیا ضعف نے جس کو مایوس جاں سے
نہ بستر سے حرکت نہ جنبش مکاں سے
اجل کے ہیں آثار جس پر عیاں سے
نظر آتے ہیں سب مرض جسکے مزمن
نہیں کوئی مہلک مرض اسکو لیکن

بجا ہیں حواس اسکے اور ہوش قائم
طبیعت میں میل خور و نوش قائم
دماغ اور دل چشم اور گوش قائم
جوانی کا پندار اور جوش قائم
کرے کوئی اسکی اگر غور کامل
عجب کیا جو ہو جائے زندوں میں شامل

عیاں سب پہ احوال بیمار کا ہے
کہ تیل اسمیں جو کچھ تھا سب جل چکا ہے
موافق دوا ہے نہ کوئی غذا ہے
ہزال بدن ہے زوال قوی ہے
مگر ہے ابھی یہ دیا ٹمٹماتا
بجھا جو کہ ہے یاں نظر سب کو آتا

یہ سچ ہے کہ ہے قوم میں قحط انساں
نہیں قوم کے پر سب افراد یکساں
سفال و خزف کے ہیں انبار گو یاں
جواہر کے ٹکڑے بھی ہیں اونمیں پنہاں
چھپے سنگریزوں میں گوہر بھی ہیں کچھ
ملے ریت میں ریزۂ زر بھی ہیں کچھ

جو بے غم ہیں انمیں تو غمخوار بھی ہیں
جو بے مہر ہیں کچھ تو کچھ یار بھی ہیں
انھیں غافلوں میں خبردار بھی ہیں
خرابات میں چند ہشیار بھی ہیں

جماعت سے اپنی نرالے بھی ہیں یاں
نکمے نہیں کچھ کام والے بھی ہیں یاں

جو چاہیں پلٹ دیں یہی سب کی کایا
کہ ایک اک نے ملکوں کو ہے یاں جگایا

انہیں نے ہے قافلوں کو بچایا
جہازوں کو ہے انہوں نے ترایا

انہیں سے ہے کام دنیا کا چلتا رہا ہے
دیے سے دیا یونہیں جلتا رہا ہے

یہ سچ ہے کہ ہیں بیشتر ہم میں ناداں
نہیں جنکے دردِ تعصب کا درماں

جہاں میں ہیں جو انکی عزت کے خواہاں
انہیں سے وہ رہتے ہیں سخت گریزاں

پر ایسے بھی کچھ ہوتے جاتے ہیں پیدا
کہ ہیں خیر خواہوں پہ ہیں اپنے شیدا

کوئی خیر خواہی میں ہے ہمراز انکا
کوئی دست و بازو بنے ہے یار ان کا

کوئی ہے زباں سے ستائش گر انکا
بہت رکھتے ہیں نقش حب دل پر انکا

بہت انکے گن سنتے ہیں چپکے چپکے
بہت سن کے سر دھنتے ہیں چپکے چپکے

بہت دن سے دریا کا پانی کھڑا تھا
تموج کا جس میں نہ ہرگز پتا تھا

تغیر سے یہ حال اس کا ہوا تھا
کہ گر وہ کٹی بو تو کردا مزا تھا

ہوئی تھی یہ پانی سے مشکل روانی
کہ مشکل سے کہہ سکتے تھے اسکو پانی

پھر اب اس میں رو کچھ آنے لگی ہے
کناروں کو اس کے ہلانے لگی ہے

ہوا تھپیڑے کچھ اٹھانے لگی ہے
عفونت وہ پانی سے جانے لگی ہے

اگر ہو نہ یہ انقلاب اتفاقی
تو دریا میں بس اک تموج ہے باقی

حوادث نے ان کو ڈرایا ہے کچھ کچھ
مصائب نے نیچا دکھایا ہے کچھ کچھ

ضرورت نے رستہ دکھایا ہے کچھ کچھ
زمانے کے غل نے جگایا ہے کچھ کچھ

ذرا دست و بازو ہلانے لگے ہیں
وہ کہنے میں کچھ کلبلانے لگے ہیں

رہ راست پر ہیں وہ کچھ آتے جاتے
تعلی سے ہیں اپنی شرماتے جاتے

تفاخر سے ہیں اپنے پچھتاتے جاتے
سراغ اپنا کچھ کچھ ہیں وہ پاتے جاتے

نجوری کی گردشوں سے بکھرنے لگے ہیں
نہیں گو گمان ان پہ کو ترقی کے آتے
نئی روشنی سے ہیں آنکھیں چراتے
کہ دنیا نہیں گو ہے رہنے کے قابل
تنزل پہ وہ ہاتھ ملنے لگے ہیں
دھوئیں کچھ دلوں سے نکلنے لگے ہیں

وہ غفلت کی راتیں گزر گئیں جب آپ
نہیں گر جبھی کچھ فدائے اسلام ان کو
نہ کچھ فکر آغاز و انجام ان کو
مگر قوم کی ہے کچھ ایسی مصیبت
خصومت سے ہیں اپنی گو خوار یاں سب
خود آپس کی چوٹوں سے ہیں خستہ جاں سب

کہ نا اتفاقی نے کھویا ہے ہم کو
یہ مانا کہ کم ہم میں ہیں ایسے دانا
تنزل کو ہے ٹھیک ٹھیک اپنے جانا
یہ اتنا زبانوں پہ ہے سب کے جاری
فرائض میں گو ہیں سب ہیں قاصر
مساجد سے غائب ملاہی نہیں حاضر

کہ مذہب پہ چلیں جو ہر طرف سے
خودی اپنی ہے گو فکر رحمت گنوائی
جو آب ان کی خوبی نہیں گر کوئی پائی

وہ خود اپنی نظروں سے گرنے لگے ہیں
نئی بات سے ناک بھوں ہیں چڑھاتے
مگر ساتھ ہی یہ بھی ہیں کہتے جاتے
کہ اس طرح دنیا میں رہنا ہے مشکل
سمجھ اس سوز سے جی پگھلنے لگے ہیں
آرے سے سینوں پہ چلنے لگے ہیں

نئے جو چڑھے تھے اتر گئے ہیں اب
نہ ہمدردی قوم سے کام ان کو
برابر ہے صبح یا شام ان کو
انھیں کچھ نہ کچھ آ ہی جاتی ہے وقت
نزاعوں سے باہم گئے ہیں نا تواں سب
یہ ہیں مشفق اسیر پیر و جواں سب

انسی تجزاد مرنے نے ڈبویا ہے ہم کو
جنھوں نے حقیقت کو ہے اپنے چھانا
کہ ہم ہیں کہاں اور کہاں ہے زمانا
کہ حالت بری آجکل ہے ہماری
نہ مشغول باطن نہ پابند ظاہر
مگر ایسے فاسق نہیں ہیں نہ فاجر

وہ دیکھا انھوں نے جو ہے اہل سلف سے
یہ بھولے نہیں ہیں بزرگوں کی بڑائی
تو ہیں خوبیوں پر انھیں کی فدائی

شرف گو کہ باقی نہیں ان میں اب کچھ
مگر خواب میں دیکھ لیتے ہیں سب کچھ
ذرا ابھر کے پیچھے وہ جب دیکھتے ہیں
وہ اپنا حسب اور نسب دیکھتے ہیں
بزرگوں کا علم و ادب دیکھتے ہیں
سرافرازیٔ جد و اب دیکھتے ہیں
تو ہیں فخر سے وہ کبھی سر اٹھاتے
کبھی ہیں ندامت سے گردن جھکاتے

اگر کچھ بھی باقی ہے ہم یاروں میں ہمت
تو ان کا بھی افتخار اور ندامت
شگون سعادت ہے اور فال دولت
کہ آتی ہے کچھ اس سے بوئے حمیت
وہ کھو بیٹھے آخر کمائی بڑوں کی
بھلا دی جنھوں نے بڑائی بڑوں کی

اسیری میں جو گرم فریاد ہیں یاں
وہی آشیاں کرتے آباد ہیں یاں
قفس سے وہی ہو کے آزاد ہیں یاں
چمن کے جنھیں چہچہے یاد ہیں یاں
وہ شاید قفس ہی میں عمریں گنوائیں
گئیں بھول صحرا کی جن کو فضائیں

بلندی میں ہوں یا کہ پستی میں ہوں ہم
قوی ہوں کہ کمزور افزوں ہوں یا کم
معزز زمانے میں ہوں یا کہ مجرم
مؤخر ہوں اس بزم میں یا مقدم
عجم میں ہوں یا ایشیا شال میں ہوں
کسی رنگ میں ہوں کسی حال میں ہوں

اگر با خبر ہیں حقیقت سے اپنی
کھٹک ہو گئی اگلی عظمت سے اپنی
بلندی و پستی کی نسبت سے اپنی
گزشتہ اور آئندہ حالت سے اپنی
تو سمجھو کہ ہے پار بیڑا ہمارا
نہیں دور منجدھار سے کچھ کنارا

الپ ارسلاں[1] سے یہ طغرل[2] نے پوچھا
کہ تم میں جو ہے دنیا میں جلوہ فرما

---

[1] یہ سلجوقیوں کے سلسلہ کا دوسرا بادشاہ ہے اسکے باپ کا نام چغر بیگ اور چچا کا نام طغرل بیگ تھا طغرل بیگ نے اپنی زندگی میں اسکو ولیعہد مقرر کر دیا تھا چنانچہ طغرل کے بعد اس کا جانشین ہوا۔ ۱۲

[2] طغرل سلجوقیوں کے سلسلہ کا پہلا بادشاہ الپ ارسلان کا چچا اور سلجوق کا پوتا جو ۴۲۹ھ میں تخت نشین ہوا۔ ۱۲

نشاں انکی اقبالمندی کے ہیں کیا — کہ اقبالمند انکو کہنا ہے زیبا
کہاں تک نہ دولت ہو ہاتھ انکے جب تک — جہاں ہو مگر بستہ ساتھ انکے جب تک
جہاں جائیں وہ سرخرو ہو کے آئیں — ظفر ہمعناں ہو جدھر باگ اٹھائیں
نہ بگڑیں کبھی کام جو وہ بنائیں — نہ اکھڑیں قدم جس جگہ وہ جمائیں
کریں مس کو گر مس تو وہ کیمیا ہو — اگر خاک میں ہاتھ ڈالیں طلا ہو

ولیعہد کی جبکہ باتیں سنیں یہ — ہما سن کے فرزانۂ دوراں ہیں یہ
کہا جانِ عم گرچہ ہے گو دلنشیں یہ — مگر شرطِ اقبال ہرگز نہیں یہ
حوادث سہے بن گذارا نہیں یاں — بلندی و پستی سے چارا نہیں یاں
بہم ہے کبھی گاہ برہم ہے محفل — کٹھن ہے کبھی گاہ آساں ہے منزل
زمانہ کی گردش سے بچنا ہے مشکل — نہ محفوظ ہیں اس سے مدبر نہ مقبل
بہت یکہ تازوں کو یاں گرتے دیکھا — سدا شہسواروں کو یاں گرتے دیکھا

جہاں سود ہے یاں وہیں ہے زیاں بھی — جہاں روشنی ہے وہیں ہے دھواں بھی
سقر بھی ہے یہ خاکداں اور جناں بھی — بہاریں بھی ہیں اس چمن میں خزاں بھی
نکھرتے ہیں جو یاں وہ گدلاتے بھی ہیں — چمکتے ہیں جو یاں وہ گہناتے بھی ہیں
ضعیف اور قوی ارمنی اور عراقی — چکھاتا ہے دورِ قدح سب کو ساقی
پہ اقبال کی ہے رمق جن میں باقی — یہ سب تلخیاں ان کی ہیں اتفاقی
بلاؤں میں گھر کر نکل جاتے ہیں وہ — ذرا ڈگمگا کر سنبھل جاتے ہیں وہ
نہیں ہوتے نیرنگ گردوں سے حیراں — ہر اک درد کا ڈھونڈ لیتے ہیں درماں
اٹھاتے ہیں گو کچھ حوادث سے نقصاں — وہ چونک اٹھتے ہیں دیکھ خوابِ پریشاں
بکھرتے ہیں افسردہ ہو کر سوا وہ — چہکتے ہیں پژمردہ ہو کر دوبارہ

۱؎ جب وہ بات کہہ چکے ہیں جو بے سروپا اور بے اصل ہو ۱۲ دفیسا تمام

پگھلتے ہیں سانچے میں ڈھلنے کی خاطر
ٹھہرتے ہیں دم لے کے چلنے کی خاطر
سبب کو مرض سے سمجھتے ہیں پہلے

ضرورت نہیں یہ کہ فرمانروا ہوں
سپاہی ہوں تاجر ہوں یا ناخدا ہوں
کہ ہم کیا ہیں اور کون ہیں اور کہاں ہیں

جب آئے انہیں ہوش کچھ وقت کھو کر
کریں کوششیں سب بہم ایک ہو کر
نہ ہو تاب پرواز گر آسماں تک

پڑا ہے وہی وقت اب ہم پہ آ کر
سواروں نے کی راہ طے باگ اٹھا کر
گر افتاں و خیزاں چلے بھی اب ہم

پڑے بیٹھے رہنے سے چلنا ہے بہتر
جو ٹھنڈک میں چلنا نہ آیا میسر
یہ تکلیف و راحت ہے سب اتفاقی

ہنر اک وہی جس نے پایا کچھ کیا ہے
گرو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیمیا ہے
وہ وقت سو سو کے ہیں جو کھوتے

یہ برکت ہے دنیا میں محنت کی ساری
یہی ہے کلیدِ درِ قفل باری

لگاتے ہیں غوطہ اچھلنے کی خاطر
وہ کھاتے ہیں ٹھوکر سنبھلنے کی خاطر
الجھتے ہیں پیچھے سلجھتے ہیں پہلے

رعیت ہوں وہ خواہ کشورکشا ہوں
وہ کچھ ہوں پر اپنے سے واقف ذرا ہوں
گھٹے یا بڑھے ہیں سبک یا گراں ہیں

رہیں بیٹھے قسمت کو اپنی نہ رو کر
رہیں داغ ذلت کا دامن سے دھو کر
نہ واں تک اڑیں ہو رسائی جہاں تک

کہ اٹھے ہیں سوتے بہت دن چڑھا کر
گئے قافلے ٹھہر منزل پہ جا کر
تو پہنچے بھلا جا کے منزل پہ کب ہم

کہ ہے اہل ہمت کا اللہ یاور
تو ہو بیٹھیں گے ہم دھوپ کھا کھا کے سو کر
چلو اب بھی ہے وقت چلنے کا باقی

لیا جس نے پھل بیج بو کر لیا ہے
مثل ہے کہ گھرنے کی سب بد عملی ہے
وہ خرگوش کچھوے سے ہیں زک اٹھاتے

جہاں دیکھئے فیض اسی کا ہے جاری
اسی پر ہے موقوف عزت تمھاری

ل۱ امثال لقمان کی یہ کہانی مشہور ہے کہ کچھوے اور خرگوش نے ایک حد تک دوڑنے کی شرط بدی تھی خرگوش خرِ طایر گر اس خیال اور گھمنڈ میں سو رہا کہ جب چاہوں گا کچھوے سے آگے نکل جاؤں گا ۱۲

اسی سے ہے قوموں کی یاں آبرو سب
اسی پہ ہیں مغرور میں اور تو سب

گلستاں میں جوبن گل و یاسمن کا
سماں زلف سنبل کی تاب و شکن کا

قد دلربا سرو اور نارون کا
رخ جانفزا لالہ و نسترن کا

غریبوں کی محنت کی ہے رنگ و بو سب
کمیروں[۱] کے خوں سے ہیں یہ تازہ دم سب

ہلاتے نہ اگلے اگر دست و بازو
جہاں عطر حکمت سے ہوتا نہ خوشبو

نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو[۲]
نہ حق پھیلتا ربع مسکوں میں ہر سو

حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے
خدائی کے اسرار مکتوم[۳] رہتے

ستارہ شریعت کا تاباں نہ ہوتا
اثر علم و دیں کا نمایاں نہ ہوتا

جلا کفر سے نور ایماں نہ ہوتا
مساجد میں یوں وردِ قرآں نہ ہوتا

خدا کی ثنا معبدوں میں نہ ہوتی
اذاں جا بجا مسجدوں میں نہ ہوتی

نہیں بلکہ کوشش سے دنیا ہی تنہا
کہ ارکانِ دیں بھی اسی پر ہیں برپا

جنھیں ہو نہ دنیائے فانی کی پروا
کریں آخرت کا ہی وہ کاش سودا

نہیں ملتے دنیا کی خاطر اگر تم
تو لو دین حق کی ہی اللہ کر خبر تم

بنی نوع میں دو طرح کے ہیں انساں
تفاوت ہے حالت میں جن کی نمایاں

کچھ ان میں ہیں راحت طلب اور تن آساں
بدن[۴] کے نگہبان بستر کے دربان

۱؎ کمیرا اور کل مزدور کو کہتے ہیں جو باغبان کے تحت میں کام کرتا ہے۔ ۲؎ ترازو کا وضع ہونا اس کا برپا اور قائم ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "و وضع المیزان بالقسط" مقصود یہ ہے کہ اگر علما کوشش نہ کرتے اور علم اخلاق اور سلوک مدون نہ ہوتا تو برے اور اچھے اخلاق کی تمیز نہ ہوتی ۱۲۔ ۳؎ مکتوم یعنی پوشیدہ ۱۲۔

۴؎ یعنی ہر وقت یا بدن کی حفاظت اور خود آرائی میں مصروف، بیٹھے ہیں یا نرم نرم بچھونوں میں پڑے، لیٹتے ہیں۔ گویا بستر کے دربان ہیں ۱۲۔

وہ محنت[1] پہ مائل نہ قسمت کے قائل — سمجھتے ہیں تنکے کو رستہ میں حائل
اگر ہیں توانگر تو بیکار ہیں سب — اپاہج[2] ہیں روگی ہیں بیمار ہیں سب
تہیدستی کے ہاتھوں سے لاچار ہیں سب — تن آسانیوں میں گرفتار ہیں سب
برابر ہے یاں ان کا ہونا نہ ہونا — نہ کچھ جاگنا ان کا بہتر نہ سونا

اگر ہیں تہیدست اور بے نوا وہ — تو محنت سے ہیں جی چراتے سدا وہ
نصیبوں کا کرتے ہیں اکثر گلا وہ — ہلاتے نہیں کچھ مگر دست و پا وہ
مگر بھیک ملجائے قسمت سے انکو — تو سو بار بہتر ہے محنت سے انکو

نہ جو بے نوا ہیں نہ ہیں کچھ توانگر — وہ ہیں ڈھور کی طرح قانع اسی پر
کہ کھانے کو ملتا رہے پیٹ بھر کر — نہیں بڑھتے بس اس سے آگے قدم بھر
ہے نورِ آدمیت سے عاری — معطل ہوئیں قوتیں انکی ساری

نہ ہمت کہ محنت کی سختی اٹھائیں — نہ جرات کہ خطروں کے میدان میں آئیں
نہ غیرت کہ ذلت سے پہلو بچائیں — نہ عبرت کہ دنیا کی سمجھیں ادائیں
کل فکر تھا یہ کہ ہیں اسکے پھل کیا — نہ ہے آج پروا کہ ہونا ہے کل کیا

نہیں کرتے کھیتی میں وہ جانفشانی — نہ ہل جوتتے ہیں نہ دیتے ہیں پانی
پہ جب یاس کرتی ہے دل پر گرانی — تو کہتے ہیں حق کی ہے نامہربانی
نہیں لیتے کچھ کام تدبیر سے وہ — سدا لڑتے رہتے ہیں تقدیر سے وہ

کبھی کہتے ہیں ہیچ ہیں سب یہ ساماں — کہ خود زندگی ہے کوئی دن کی مہماں
دھرے سب یہ رہ جائینگے کاخ و ایواں — نہ باقی رہے گی حکومت نہ فرماں

---

[1] یعنے نہ محنت کرتے ہیں اور نہ اس بات کے قائل ہیں کہ کوشش سے خدائے تعالیٰ انکو انکے مقاصد پر کامیاب کر سکتا ہے ۱۲

[2] اپاہج جسکے ہاتھ پاؤں رہ گئے ہوں۔ روگی۔ روگ والا یعنی مریض۔ ۱۲

ترقی اگر ہم نے کی بھی تو پھر کیا
یہ بازی اگر جیت لی بھی تو پھر کیا

یہ سرگرم کوشش میں جو روز و شب ہیں
اٹھاتے سدا بار رنج و تعب ہیں
ترقی کے میداں میں سبقت طلب ہیں
نمائش پہ دنیا کی بھولے یہ سب ہیں
نہیں ان کو کچھ اپنی محنت سے لینا
بناتے ہیں وہ گھر نہیں جس میں رہنا

کبھی کرتے ہیں عقل انساں پہ نفریں
کہ با وصف کوتاہ بینی ہے خود بیں
وہ تدبیریں اس طرح کرتی ہے تلقیں
کہ گویا کھلا اس پہ ہے سر تکویں
مگر سب خیالات ہیں خام اسکے
ادھورے ہیں جتنے ہیں یاں کام اسکے

نہ اسباب راحت کی اس کو خبر کچھ
نہ آثار دولت کی اس کو خبر کچھ
نہ عزت نہ ذلت کی اس کو خبر کچھ
نہ کلفت نہ راحت کی اسکو خبر کچھ
نہ آگاہ اس سے کہ ہستی ہے شے کیا
نہ واقف کہ مقصود ہستی سے ہے کیا

کبھی کہتے ہیں زہر ہے مال و دولت
اٹھاتے ہیں جسکے لیے رنج و محنت
اسی سے گناہوں کی ہوتی ہے رغبت
اسی سے زمانہ میں آتی ہے نخوت
بہا حق سے کرتی ہے بندوں کو غافل
ہوئے ہیں عذاب اس سے قوموں پہ نازل

کبھی کہتے ہیں سعی و کوشش سے حاصل
کہ مقسوم ہیں کوششیں سب ہیں باطل
نہیں ہوتی کوشش سے تقدیر زائل
برابر ہیں یاں محنتی اور کاہل
ہلانے سے اوزاری کی گر نہ ٹلتی
تو لذت نکموں[۱] کو ہرگز نہ ملتی
نکموں کے ہیں سب یہ دلکش ترانے
سلانے کو قسمت کے[۲] رنگیں فسانے

---

(۱) نکموں کے نزدیک لذت کا ملجا گویا ترقی کی حد ہے ۱۲ (۲) یعنی جس طرح قصہ خواں رنگین افسانے سنا سنا کر بادشاہوں اور امیروں کو خواب راحت میں لایا کرتے ہیں اسیطرح وہ لوگ جو کاہل اور نکمے ہیں دنیا کو فانی کہہ کر مال و دولت سے نفرت دکھا کر اور تقدیر کی آڑ لے کر تدبیر سے باز رکھتے ہیں اور انکی اسطرح کی باتیں گویا انکے بخت بیدار کو خفتہ کرنے کے لیے کہانیاں ہیں ۱۲

اسی طرح کے کر کے حیلے بہانے
نہیں چاہتے دست و بازو ہلانے
وہ بھولے ہوئے ہیں یہ عادت خدا کی
کہ حرکت میں پوشیدہ ہے برکت خدا کی

سنی تم نے یہ جس جماعت کی حالت
تنزل کی بنیاد ہے یہ جماعت
بگڑتی ہیں قومیں اسی کی بدولت
ہوا اس کی ہے مفسد ملک و ملت
کیا صور[1] و صیدا[2] کو برباد اسی نے
بگاڑا دمشق اور بغداد اسی نے

جہاں ہے زمیں پر نحوست ہے ان کی
جدھر ہے زمانے میں نکبت ہے ان کی
مصیبت کا پیغام کثرت ہے ان کی
تباہی کا لشکر جماعت ہے ان کی
وجود ان کا اصل البلیات[3] ہے یہاں
خدا کا غضب ان کی بہتات[4] ہے یہاں

سب ایسے تن آسان و بیکار و کاہل
تمدن کے حق میں ہیں زہر ہلاہل
نہیں ان سے کچھ نوع انساں کو حاصل
نہیں ان کی صحبت کہ ہے سم قاتل
یہ جب پھیلتے ہیں پھیلتی ہے ذلت
یہ جوں جوں کہ بڑھتے ہیں گھٹتی ہے دولت

جہاں بڑھ گئی ان کی تعداد حد سے
ہوئی قوم محجوب سب دام و دد سے
رہا اس کو بہرہ نہ حق کی مدد سے
وہ اب بچ نہیں سکتی نکبت کی زد سے
بچو ایسے شوموں کی پرچھائیوں سے
ڈرو ایسے چپ چاپ یغمائیوں[5] سے

۱؎ صور بحیرۂ شام کے کنارہ پر ملک شام کا ایک نہایت قدیمی شہر ہے کہتے ہیں کہ یونان کے اکثر علما اسی شہر کے تھے مسلمانوں نے اسکو اور شہر عکا کو ۶۹۰ ہجری میں فتح کیا تھا اور اب مدت سے ویران ہے ۱۲ ۲؎ صیدا۔ دمشق سے ۲۶ میل بحیرۂ شام کے کنارے پر ایک مضبوط اور عظیم شہر تھا جس میں مستحکم قلعے تھے اور اب یہ بھی ویران ہے ۱۲ ۳؎ اصل جڑ بلیات بلیہ کی جمع۔ یعنے بلاؤں کی جڑ ۱۲ ۴؎ بہتات۔ کثرت افراط ۱۲ ۵؎ یغمائی لٹیرے یعنے کاہل اور نکمے آدمی اگرچہ ظاہر میں ملک کو نہیں لوٹتے مگر چونکہ انکا اثر سب ہی پر برا پڑتا ہے اسلیے انکو چپ چاپ یغمائی کہا گیا ہے گویا وہ چپکے چپکے ملک کو تاراج کر رہے ہیں

مگر اک فریق اور ان سب کے سوا ہے
شرف جس سے نوع بشر کو ملا ہے
سب اس بزم میں جنکا نور و ضیا ہے
سب اس باغ کی جن سے نشو و نما ہے
ہوئے جو کہ پیدا ہیں محنت کی خاطر
بنے ہیں زمانے کی خدمت کی خاطر
نہ راحت طلب ہیں نہ مہلت طلب وہ
لگے رہتے ہیں کام میں روز و شب وہ
نہیں لیتے دم ایک دم بے سبب وہ
بہت جاگ لیتے ہیں سوتے ہیں جب وہ
وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہے دنیا
کماتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دنیا

چنیں گر نہ وہ ہوں کھنڈر کاخ و ایوان
بنیں گر نہ وہ شاہ و کشور ہوں عریاں
جو بوئیں نہ وہ تو ہوں بیجان انسان
جو چھائیں نہ وہ تو ہوں جنگل گلستاں
یہ چلتی ہے گاڑی انہیں کے سہارے
جو وہ کل سے بیٹھیں تو بیکل ہوں سارے

کھپاتے ہیں کوشش میں تاب و تواں کو
گھلاتے ہیں محنت میں جسم ورواں کو
سمجھتے نہیں اس میں جان اپنی جاں کو
وہ مر مر کے رکھتے ہیں زندہ جہاں کو
بس اسطرح جینا عبادت ہے انکی
اور اس دھن میں مرنا شہادت ہے انکی

مشقت میں عمر انکی کٹتی ہے ساری
نہیں آتی آرام کی انکے باری
سدا بھاگ دوڑ انکی رہتی ہے جاری
نہ آندھی میں عاجز نہ مینہ میں ہیں عاری
نہ لوں جھکڑ کی دم توڑاتی ہے انکا
نہ ٹھر ماہ کی جی چھڑاتی ہے انکا

نہ احباب کی تیغ احسان سے گھائل
نہ بیٹے سے طالب نہ بھائی سے سائل
نہ گھر دوار میں سوئے آرام مائل
نہ دریا نہ کوہ انکے رستے میں حائل
سنے ہوں کبھی رستم و سام جیسے
غیور اب بھی لاکھوں ہیں گمنام ایسے

کسی کو یہ دھن ہے کہ جو کچھ کمائیں
کھلائیں کچھ اوروں کو کچھ آپ کھائیں
کسی کو یہ کد ہے کہ جھیلیں بلائیں
پہ احسان کسی کا نہ سر پر اٹھائیں
کوئی محو ہے فکر فرزند و زن میں
کوئی چور ہے حب اہل وطن میں

کوئی مصروف ہے کاشتکاری میں کوئی
عزیزوں کی ہے غمگساری میں کوئی
یہ ہے اپنی راحت کے سامان کرتا
کوئی اس فکر و دو میں رہتا ہے ہر دم
رہیں جیتے جی تا کہ خوش شاد و خرم
کہ بعد اپنے کھائینگے فرزند و زن کیا
بہت دل میں اپنے یہ رکھتے ہیں ارماں
وہ ہوں تا کہ جب چشم عالم سے پنہاں
ہیں طالب شہرت و نام لاکھوں

غمخواری بنی نوع انسان

بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے
شہرت کے خواہاں نہ طالب ثنا کے
ریاضت سب انکی خدا کیلئے ہے
کوئی ادھیڑ ہے حق کی طاعت پہ مفتون
کوئی زہد و صبر و قناعت پہ مفتون
کوئی موج سے آپ کو ہے بچاتا
بہت نوع انساں کے غمخوار و یاور
شدائد کے دریائے خوں میں شناور
ہر اک سختی قوم کی ہوتی ہے ان سے ہلکی
کسی پر ہو صعوبت ہے ان پر
کہیں ہو ہلاکت مصیبت ہے ان پر
کسی پر چلیں تیر آماج یہ ہیں

تو مشغول دکان داری میں کوئی
ضعیفوں کی خدمتگزاری میں کوئی
وہ کنبے پہ ہے جان قرباں کرتا
کہ دولت جہاں تک ہو کیجے فراہم
مریں جب تو دل پر نہ لیجائیں یہ غم
لباس انکا اور اپنا ہوگا کفن کیا
کہ کر جائیں یاں کوئی کار نمایاں
تو ذکر جمیل ان کا باقی رہے یاں
بناتے ہیں جیتے جی کام لاکھوں
نشاں جنسے قائم ہیں صدق و صفا کے
نمائش سے بیزار دشمن ریا کے
مشقت سب انکی رضا کیلئے ہے
کوئی نام حق کی اشاعت پہ مفتون
کوئی پند و وعظ جماعت پہ مفتون
کوئی ناؤ ہے ڈوبتوں کی تراتا
ہوا خواہ ملت بد اندیش کشور
جہاں کی پر آشوب کشتی کے لنگر
سب اس انجمن کی ہو خود انسے ہرجا
کسی پہ ہو غم رنج و کلفت ہے ان پر
کہیں آئے آفت قیامت ہے ان پر
لٹے کوئی رہگیر تاراج یہ ہیں

یہ ہیں حشر تک بات پر اڑنے والے
یہ فوج جراحت سے ہیں لڑنے والے
ابلتا ہے رکنے سے اور انکا دریا
جاتے ہیں جب پاؤں ہٹتے نہیں یہ
گئے پھیل جب پھر سمٹتے نہیں یہ
ہم بن کے سر نہیں بٹتے یہ

یہ بیاباں کو منجھوں سے ہیں چڑھنے والے
یہ خیرہ نگی ہیں آگ میں پڑنے والے
جنوں سے زیادہ ہے چڑھا انکا سودا
بڑھا کر قدم پھر کبھی ہٹتے نہیں یہ
جہاں بڑھ گئے بڑھ کے گھٹتے نہیں یہ
جب اٹھتے ہیں اٹھکر نہیں بیٹھتے یہ

خدا نے عطا کی ہے جو ان کو قوت
نہیں پھیرتی ان کا منہ کوئی زحمت
بھروسے پر اپنے وہ دست و پا کے
نہیں مرحلہ کوئی دشوار ان کو
گلستاں ہے صحرائے پر خار ان کو
نہیں حائل انکے کوئی رہگذر میں

سمائی ہے دل میں بہت سی عظمت
نہیں کرتی زیر ان کو کوئی صعوبت
سمجھتے ہیں ساتھ اپنے لشکر خدا کے
ہر اک راہ ملتی ہے ہموار ان کو
برابر ہے میدان و کہسار ان کو
سمندر ہے پایاب انکی نظر میں

اسیطرح یاں اہل ہمت ہیں چلتے
جہاں کی ہے سب دھوم دھام انکے دم سے
بغیر انکے بیساز و ساماں کی مجلس
زمیں سب خدا کی ہے گلزار انھیں سے
ملے ہیں سعادت کے آثار انھیں سے
انھیں پر ہر کچھ فخر ہے گر کسی کو
انھیں سے ہے آباد ہر ملک و دولت
انھیں پہ ہے موقوف قوموں کی عزت

کمربستہ ہیں کام پر اپنے اپنے
فقیر اور غنی سب طفیلی ہیں انکے
نہ ہوں گر یہ تو ویران ہوتی مجلس
زمانے کا ہے گرم بازار انھیں سے
کھلے ہیں خدائی کے اسرار انھیں سے
انھیں سے ہے گر ہے شرف آدمی کو
انھیں سے ہے سر سبز ہر قوم و ملت
انھیں کی ہے سب ربع[1] مسکوں میں برکت

---

[1] کرۂ زمیں میں تین چوتھائی پانی اور ایک چوتھائی خشکی ہے۔ چوتھائی خشکی ربع مسکون

دم انکا ہو دنیا میں رحمت خدا کی
انہیں کو ہے پھبتی[۲] خلافت[۳] خدا کی
انہیں کا اجالا ہے ہر رہگذر میں
انہیں کی ہے یہ روشنی دشت و در میں
انہیں کا ظہورا ہے سب خشک و تر میں
انہیں کے کرشمے ہیں سب بحر و بر میں
انہیں سے ہوا رتبہ یہ آدم[۴] نے پایا
کہ سر اس سے روحانیوں[۵] نے جھکایا

ہر اک ملک میں خیر و برکت ہے ان سے
ہر اک قوم کی شان و شوکت ہے ان سے
نجابت ہے ان سے شرافت ہے ان سے
شرف ان سے، فخر ان سے، عزت ہے ان سے
جفاکش ہو گر ہو عزت کے خواہاں
کہ عزت کا ہے بھید ذلت میں پنہاں
مشقت کی ذلت جنہوں نے اٹھائی
جہاں میں ملی ان کو آخر بڑائی
کسی نے بغیر اس کے ہرگز نہ پائی
فضیلت نہ عزت نہ فرمانروائی
نہال اس گلستاں میں جتنے بڑھے ہیں
ہمیشہ وہ نیچے سے اوپر چڑھے ہیں

---

۲ پھبنا یعنے زیب دینا ۱۲

۳ اس مصرعہ میں لفظ خلافت ہے اس سے قرآن مجید کی اس آیت کیطرف اشارہ ہے جسمیں خدائے تعالے نے انسان کو اپنا خلیفہ اور جانشین فرمایا ہے یعنے انی جاعل فی الارض خلیفہ میں کرنیوالا ہوں زمین پر اپنا نائب ۱۲

۴ آدم سب سے پہلے انسان کو کہتے ہیں جنکا دوسرا لقب ابو البشر ہے ۱۲

۵ روحانی اصطلاح میں ان لوگونکو کہتے ہیں جو [illegible] کو صرف روحانی باتوں پر منحصر کرتے ہیں جیسے عیسائی مگر اس بند میں روحانیوں سے مراد ملائکہ ہیں جنھوں نے بحکم ایزدی آدم کے آگے سر جھکایا اور سجدہ کیا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون الآیہ یعنی سجدہ کیا تمام فرشتوں سب کے سب نے ۱۲

حکومت ملی ان کو صفارؔ تھے جو
امامت کو پہونچے وہ قصاب تھے جو
وہ قطب زماں ٹھہرے عطار تھے جو
بنے مرجع خلق نجار تھے جو
اور بو الفضل یاں اٹھے سراج کہلا کے
ابوالوقت ہو گذرے حلاج کہلا کے
نہ بونصرؔ تھا نوع میں ہم سے بالا
نہ تھا بو علی کچھ جہاں سے نرالا

---

۱ خراسان میں صفاریوں کی حکومت تیس برس رہی ہے یعقوب بن لیث انکا پہلا بادشاہ ہے صفار ٹھیرے کو کہتے ہیں یعقوب ابتدا میں یہی کام کرتا تھا یہ حاکم سیستان کے یہاں نوکر ہوگیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خراسان نیمروز کرمان اور فارس وغیرہ پر تسلط ہوگیا اس کے بعد بعض اور بھی کئی پیشہ ور اور ان کے نام آئے ہیں مثلاً قصار دھوبی کو سراج زین گر کو نجار و حلاج دھنیے کو کہتے۔ پچھلے بڑے بڑے ائمہ دین اور علما و مشائخ جو تعلیم پیشہ کرتے تھے وہ [illegible] صاحب الفضل [illegible] انکو کہتے ہیں اور ابوالوقت اور ابن الوقت اہل سلوک کی اصطلاح میں مقام کے دو درجے ہیں جن میں سے ابوالوقت اعلی مرتبہ سمجھا جاتا ہے ۱۲

۲ محمد بن محمد بن ترخان جو ابو نصر فارابی اور معلم ثانی کے لقب سے مشہور ہے حکمائے اسلام میں ان کے رتبہ کا کوئی حکیم جامع فنون حکمت نہیں ہوا انکی تقریباً ساٹھ کتابیں شمار کی گئی ہیں [illegible] اور غیر جن کا کوئی علم ایسا نہیں جس میں اسنے کتابیں نہیں لکھیں انکی اکثر تصانیف مقبول اور برگزیدہ ہیں [illegible] ترکستان کا رہنے والا تھا [illegible] کے عہد میں عراق عرب میں سکونت اختیار کی تھی اور وہیں تکمیل علم کی پھر سیف الدولہ حاکم حلب کے پاس دمشق میں چلا گیا اور وہیں سنہ ۳۳۹ھ میں وفات پائی ۱۲

طبیعت کو بچپن سے محنت میں ڈالا
ہوئے اس لیے صاحب فکر والا
اگر فکر کسب ہنر تم کو بھی ہو
تمھیں پھر ابو نصر اور بوعلی ہو
بڑا ظلم اپنے پہ تم نے کیا ہے
کہ عزت کی یاں جس ستون پر بنا ہے
ترقی کی منزل کا جو رہنما ہے
تنزل کی کشتی کا جو ناخدا ہے
وہی پشت کش ہے جس سے کشتی تمہاری
ہوئی گو ست برد الم قوم اس سے ساری

ہنر ہے نہ تم میں فضیلت ہے باقی
نہ علم و ادب ہے نہ حکمت ہے باقی
نہ منطق ہے باقی نہ ہیئت ہے باقی
اگر ہے تو کچھ قابلیت ہے باقی
اندھیرا نہ چھا جائے اس گھر میں دیکھو
پھر اکسا دو اس ٹمٹماتے دیے کو

بہت ہم میں اور تم میں جوہر ہیں مخفی
خبر کچھ نہ ہم کو نہ تم کو ہے جن کی
اگر جیتے جی کچھ نہ ان کی خبر لی
تو ہو جائیں گے مل کے مٹی میں مٹی
یہ جوہر ہیں ہم میں امانت خدا کی
مبادا تلف ہو ودیعت خدا کی

یہی نوجواں پھرتے آزاد جو ہیں
کمینوں کی صحبت میں برباد جو ہیں
شریفوں کی کہلاتے اولاد جو ہیں
کلنگ آبا و اجداد جو ہیں
اگر نقد فرصت نہ یوں مفت کھوتے
یہی فخر آبا و اجداد ہوتے

یہی جو کہ پھرتے ہیں بے علم و جاہل
بہت ان میں ہیں جن کے جوہر قابل
رذائل میں پنہاں ہیں ان کے فضائل
انھیں ناقصوں میں ہیں پوشیدہ کامل
نہ ہوتے اگر مائل لہو و بازی
ہزاروں انھیں میں تھے طوسی و رازی

لہ کلنگ ایک ہندی لفظ ہے - یعنی خاندان کو داغ لگا دینا -

ٹہ طوس مشہد مقدس کا قدیم نام ہے - اور یہاں طوسی سے مراد خواجہ نصیر الدین محقق طوسی ساتویں صدی ہی کے ایک اسلامی حکیم ہے جو ہلاکو خاں کے مصاحب خاص اور مشیر تھے اور جنکی تصانیف اکثر علوم و فن میں استاد اور قرار دادہ اور بوعلی سینا کی تصانیف (باقی صفحہ ۱۵۱ پر پڑھیے)

یہی قوم ہے جس میں قحط آدمی کا
نہیں جہل میں جسکے حصّہ کسی کا
جہاں شور ہے ہر طرف ناکسی کا
کبھی علم و فن پر تھا قبضہ اسی کا
وہ کتنی ہی کرتیں سعی و کوشش کہ ساری
یہی خون ہے ورنہ رگوں میں جاری

حکومت سے مایوس تم ہو چکے ہو
دلیری کو تم ڈھک کے منہ رو چکے ہو
زر و مال سے ہاتھ تم دھو چکے ہو
بزرگی بزرگوں کی سب کھو چکے ہو
مگر اب فقط علم ہے شرف کا
کہ باقی ہے ترکہ یہی اک سلف کا

ہمیشہ سے جتنے آئے ہیں سب یاں
عرب اور عجم ہند اور مصر و یونان
کہ ہے علم سرمایۂ فخر انساں
رہا اتفاق اسپہ قوموں کا یکساں
یہ دعویٰ تھا اک حجت منطقی کچھ
کھلی اسپہ اتنی شہادت نہ تھی کچھ

جو اسرار تھا اک سبکی نظروں میں بھاری
سمجھنے کی جسکے نہ آتی تھی باری
فضائل تھے سب علم کے اعتباری
نہ تھیں طاقتیں اسکی معلوم ساری
یہ اب تجربہ دے رہے ہیں گواہی
کہ ہے علم میں زور دست الٰہی
کیا کوہساروں کو مسمار اس نے
بنایا سمندر کو بازار اس نے

(بقیہ صفحہ ۹۴ کا)
کے بعد سمجھی جاتی ہیں ۱۲
ملہ رازی رے کا باشندہ۔ رے عراق عجم کا ایک قدیم اور نامی شہر ہے اور یہاں کا آدمی مراد امام فخر الدین الرازی سے ہے جنکی ولادت ۵۴۴ھ ہجری میں ہوئی تھی مسلمانوں میں بڑے پائے کے علامہ اور عالم گزرے ہیں۔ انکی تصانیف مختلف علوم پر تقریباً دو سو کے قریب شمار کی گئی ہیں جن میں سے تفسیر قرآن مجید کی تقریباً دس جلدوں میں ہے ۱۲
ستّر [illegible] کے قریب تک [illegible] چھپی ۱۲

زمیں کو منوایا دوّار[1] اس نے
ثوابت کو ٹھہرایا سیارہ[2] اس نے
لیا بھاپ سے کام دہقاں و کشتی کا
بنایا پتیلوں کو سکت آدمی کا
یہ پتھر کا ایندھن ہے جلوانے والا
جہازوں کو خشکی میں چلوانے والا
صداؤں[3] کو سانچے میں ڈھلوانے والا
زمیں کے خزانے اگلوانے والا
یہی برق کو نامہ بر ہے بناتا
یہی آدمی کو ہے بے پر اڑاتا

تمدن کے ایوان کا معمار ہے یہ
ترقی کے لشکر کا سالار ہے یہ
کہیں دیت کاروں کا اوزار ہے یہ
کہیں جنگ جویوں کا ہتھیار ہے یہ
دکھایا ہے نیچا دلیروں[4] کو اس نے
بنایا ہے روباہ شیروں کو اس نے

اسی کی ہے اب چار سو حکمرانی
کیے اس نے زیر زمی اور پانی
بھلائے[5] نام دیوان حاتم ندرانی
گئے زابلی[6] بھول سب پہلوانی

---

[1] تحقیقات جدیدہ سے ثابت ہوا ہے کہ زمین ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اور آفتاب کے گرد گھومتی ہے ۱۲

[2] تحقیقات قدیمہ میں سبع سیارہ کے علاوہ باقی ستارے ثوابت مانے جاتے تھے مگر اب تحقیقات جدیدہ سے ثابت ہوا ہے کہ سبع سیارہ کے علاوہ اور بھی سیارے ہیں بلکہ بہت سے ثوابت (ضمیمہ شمس) اور بہت سے سیارے (جمع قمر) آسمان پر نظر آتے ہیں ۱۲

[3] صداؤں کا سانچے میں ڈھلنا اشارہ ہے فونوگراف اور گراموفون کی جانب ۱۲

[4] روس اور جرمنیا کے بادشاہ تخت سے اور زیادہ یمن کے بادشاہ تخت سے ۱۲

[5] ولایت ایران نوشیروان دیلم و توران و چین کے مشرق متصل ہے اس نواح کے اکثر بادشاہ ابتدا ہی کے ماتحت ہیں یعنی کہ فردوسی نے شاہنامہ میں بہادروں کو دکھایا ہے مگر اب لوہے کے کشتون جنگ نے ان کو بھی مغلوب کر کے چھوڑا ۱۲

[6] زمانہ قدیم میں زابل کے نام سے وہ ملک مشہور تھا جس کے مشرق میں کابل غرب میں سیستان جنوب میں بلوچستان اور شمال میں کوہستان ہزارہ متصل تھا اور غزنی قندھار اور فراہ وغیرہ اس کے مشہور شہر تھے غزنی کے بادشاہ یہیں کے تھے یہ ملک رستم کے خاندان کی حکومت میں تھا اسی لئے اس کو زابلی اور سیستانی کہتے ہیں ۱۲

ہوا اسکی طاقت سے تسخیر عالم
یہ لاکھوں پہ ہے سیکڑوں کو چڑھاتے
جہازوں سے ہے زورقوں کو بھڑاتا
ہوا کوئی حربوں سے اسکے نہ سرپر
جنھوں نے بنایا اسے اپنا یاور
یہ قول آج کل صادق آتا ہے ان پر
الگ سب سے کام انکے اور طور ہیں کچھ
بہت ان کو معجز نما جانتے ہیں
پہ جو ٹھیک ٹھیک ان کو پہچانتے ہیں
کہ دنیا نے جو کی تھی اب تک کمائی
کیا علم نے ان کو ہر فن میں یکتا
ہر اک چیز ان کی ہر اک کام ان کا
صنائع کو سب انکے تکتے ہیں ایسے
دیئے علم نے کھول ان پر خزانے
بتائے انھیں غیب کے مال خانے
ہوا جیسے چھائی ہی سب بحر و بر پر
یہ سچ ہے کہ ہے اصل تعلیم دولت

پڑے سامنے اسکے چرکس[۱] نہ دیلم[۲]
سواروں کو پیادوں سے ہے زک دلاتا
حصاروں کو ہے چٹکیوں میں اڑاتا
نہ ٹھہری زرہ اسکے آگے نہ بکتر
ہر اک راہ میں اس کو ٹھہرایا رہبر
کہ اک نوع ہے نوع انساں سے بدتر
اگر سب ہیں انساں تو وہ اور ہیں کچھ
بہت دیوتا ان کو گردانتے ہیں
نہ اتنا مقرر انھیں مانتے ہیں
وہ سب کل و جز انکے حصہ میں آئی
نہ ہمسر رہا کوئی ان کا نہ ہمتا
سمجھ بوجھ سے ہے زمانہ کی بالا
عجائب میں قدرت کے حیراں ہو جیسے
چھپے اور ظاہر نئے اور پرانے
دکھلائے فتوحات کے سب ٹھکانے
وہ یوں چھا گئے خاور و باختر پر
رہی ہے سدا پشت حکمت حکومت

---

۱ چرکس شہر کوشیا کے باشندوں کو کہتے ہیں ۱۲

۲ دیلم ایک پہاڑی ملک کا نام ہے پہلے ایران میں شامل تھا اور اب عملداری روس میں داخل ہے اس ملک کے باشندوں کو بھی دیلمی کہتے ہیں جنکے بال اکثر گھونگھر والے ہوتے ہیں ۱۲

ہمتِ مرداں

زمانہ گذشتہ میں تعلیمی کوشش

ہوئی سلطنت جنکی دنیا سے رخصت — نہ علم انکا باقی رہا اور نہ حکمت
نہ یونان محکوم ہو کر رہا کچھ — نہ ایران تاج اپنا کھو کر رہا کچھ
پر اک خارکش صبر و ہمت میں کامل — یہ کہتا تھا محنت سے گھٹتا تھا جب دل
کہ جن سختیوں کا اٹھانا ہے مشکل — وہی ہیں کچھ اے دل اٹھانے کے قابل
حلال آدمی کو ہے کھانا نہ پینا — نہو ایک جب تک لہو اور پسینا
نہیں سہل گر صید کا ہاتھ آنا — تو لازم ہے گھوڑوں کو سرپٹ بھگانا
نہ بیٹھو جو ہے بوجھ بھاری اٹھانا — ذرا تیز ہانکو جو ہے دور جانا
زمانہ اگر ہم سے زور آزما ہے — تو وقت اے عزیزو یہی زور کا ہے
کرو یاد اپنے بزرگوں کی حالت — شدائد میں جو ہارتے تھے نہ ہمت
اٹھاتے تھے برسوں سفر کی مشقت — غریبی میں کرتے تھے کسب فضیلت
جہاں کھوج پاتے تھے علم و ہنر کا — نکل گھر سے لیتے تھے رستہ ادھر کا
عراقین[1] و شامات[2] و خوارزم[3] و توران[4] — جہاں جنس تعلیم سنتے تھے ارزاں

---

(۱) عراقین دونوں عراق یعنی عراق عرب و عجم جو کہ ایران کا پہاڑی حصہ ہے اور جسکو بلاد الجبل بھی کہتے ہیں ۱۲

(۲) ملک شام کو اسکے مختلف حصوں کے لحاظ سے شامات بھی کہتے ہیں جیسے گیلانات و شروانات گیلان اور شروان کو کہتے ہیں ۱۲

(۳) خراسان کے شمال میں بحیرۂ خوارزم یعنی جھیل یورال تک جسکا دارالحکومت اس زمانے میں خیوا ہے ابتدائے مذہب اسلام سے سلطان محمود خوارزم شاہ تک (جسکا خاتمہ چنگیز خان نے کیا) بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہ یہاں حکمراں رہے اب روس کے ماتحت ہے [illegible] خیوا [illegible] اور بخارا سب اسکے بڑے شہر ہیں ۱۲

(۴) ملک توران زمانہ سابق میں دریائے سندھ سے جھیل یورال تک مانا جاتا تھا اور یہ ایران کا شرقی حصہ تھا اب اسکا کچھ رقبہ روسی عملداری میں شامل ہوگیا ہے ۱۲

دبین پے سپر کرکے کوہ و بیاباں
پہونچتے تھے طلاب افتاں و خیزاں
جہاں تک عمل دین اسلام کا تھا
ہر اک راہ میں انکا تانتا بندھا تھا
نظامیہ[1] نوریہ مستنصریہ
نفیسیہ ستیہ اور صاحبیہ
رواحیہ عزیہ اور قاہریہ
عزیزیہ زنبیہ اور ناصریہ
یہ کالج تھے مرکز سب آفاقیوں کے
حجازی[2] و کردی[3] و قبچاقیوں[4] کے

---

[1] اس بند میں چند مدارس اسلامیہ کا نام لیا گیا ہے از انجملہ نظامیہ کے نام سے پانچ مدرسے ہرات، نیشاپور، اصفہان، بصرہ اور بغداد میں خواجہ نظام الملک طوسی وزیر الپ ارسلان سلجوقی کے بنوائے مشہور تھے اور نوریہ نورالدین ارسلان شاہ صاحب موصل کا موصل میں مستنصریہ خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کا بغداد میں ستیہ یعنے مدرسہ ست الشام خاتون بنت ایوب خواہر صلاح الدین کا بنایا ہوا دمشق میں صاحبیہ وزیر صفی الدین کا قاہرہ میں رواحیہ رواحہ کے پوتے زکی ابوالقاسم ہبۃ اللہ کا دمشق میں ناصریہ ملک الناصر صلاح الدین کا قدس میں جاری تھے اور نفیسیہ عزیزیہ، زنبیہ، عزیہ وغیرہ جنکے بانیوں کے نام نہیں معلوم ہیں۔ بیت المقدس۔ موصل۔ بغداد۔ دمشق اور اسکندریہ میں کھلے ہوئے تھے ۱۲

[2] حجازی حجاز کا رہنے والا۔ حجاز عرب میں بحر احمر کے کنارہ ایک پہاڑی سلسلہ ہے جو یمن سے شام تک شمالاً جنوباً چلا گیا ہے چونکہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اسی سلسلہ میں ہے اسلئے مکہ اور اہل مدینہ کو حجازی کہتے ہیں ۱۲

[3] کردی کرد سے منسوب ہے جو ایک ترکی قوم ہے اور سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس اسی قوم ترک کا بہت بڑا اجھہر گزرا ہے ۱۲

[4] قبچاقی قبچاق کا رہنے والا بحیرہ کاسپین اور بحر اسود کے شمالی حصہ کو سابق میں دشت قبچاق کہتے تھے اور اس وقت یہ تاتاری سلاطین کی آبادی تھی۔ اب یہ حصہ روس کی عملداری میں ہے ۱۲

بشر کو ہے لازم کہ ہمت نہ ہارے — جہاں تک ہو کام آپ اپنے سنوارے
خدا کے سوا چھوڑ دے سب سہارے — کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے
اڑے وقت تم دائیں بائیں نہ جھانکو — سدا اپنی گاڑی کو گر آپ ہانکو

بہت خوانِ بے اشتہا تم نے کھائے[1] — بہت بوجھ بندھ بندھ کے تم نے اٹھائے
بہت آس پر ساز کی راگ گائے — بہت عارضی تم نے جلوے دکھائے
بس اب اپنی گردن پہ رکھو جوا[2] تم — کرو جا جہاں آپ اپنی روا تم

تمھیں اپنی مشکل کو آساں کرو گے — تمھیں درد کا اپنے درماں کرو گے
تمھیں اپنی منزل کا ساماں کرو گے — کرو گے تمھیں کچھ اگر یاں کرو گے
چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے — مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

سہارا ہو گو سلطنت فیض گستر — رعیت کی خود تربیت میں ہو یاور
مگر کوئی حالت نہیں اس سے بدتر — کہ ہر بوجھ ہو قوم کا سلطنت پر
ہو اسطرح ہاتھوں میں اسکے رعیت — کہ قبضہ میں غسال[3] کے جیسے میت

وہی گر تجارت کے اسکو سمجھائے — وہی صنعت و حرفت اسکو بتائے
وہی کشتکاری کے آئیں سکھائے — وہی اسکو لکھوائے وہ ہی پڑھائے
ملا جس رعیت کو ایسا سہارا — کیا آدمیت نے اس سے کنارا

---

[1] اس بند میں بے اشتہا خوان کھانے اور بندھ بندھ کے بوجھ اٹھانے اور ساز کے سہارے پر راگ گانے اور عارضی جلوے دکھانے سے مراد یہ ہے کہ اب تک جس قدر انگریزی تعلیم تم نے حاصل کی ہے گورنمنٹ کی ترغیب سے کی ہے اپنی تعلیم کی آپ فکر نہیں کی ۱۲

[2] جوا (۱) قمار۔ (۲) وہ لکڑی جو گاڑی کے بیلوں کی گردن پر رکھی جاتی ہے ۱۲

[3] مردے کو غسل دینے والا ۱۲

یہی سلطنت کی ہے کافی اعانت
کہ ہو ملک میں امن اسکی بدولت
نفوس اور اموال کی ہو حفاظت
حکومت میں ہو اعتدال و عدالت
نہ تور رعیت پہ بیجا ہو کوئی
نہ قانون جھٹ کا رفرما ہو کوئی

جہاں ہو یہ انداز فرمانروائی
رعیت کی ہے واں نپٹ بھیائی
کہ ہر کام میں آس ڈھونڈھے پرائی
کرے آپ اپنی نہ مشکل کشائی
کھڑا ہو سہارے اک اڈوار کے گھر
ہٹی وہ جہاں آرہے یہ زمیں پر

گیا اب وہ دل تنگیوں کا زمانہ
کہ اپنوں کا حصہ تھا پڑھنا پڑھانا
برہمن کا پہنے اگر شودر بانا
تو اس پر نہیں کوئی اب تازیانا
ہوئے برطرف سب نشیب و فراز اب
سفید و سیہ میں نہیں امتیاز اب

بس اب وقت کا حکم ناطق[1] یہی ہے
کہ جو کچھ ہے دنیا میں تعلیم ہی ہے
یہی آج کل اصل فرماندہی ہے
اسی میں چھپا سر شاہنشہی ہے
ملی ہے یہ طاقت اسی کیمیا کو
کہ کرتی ہے یہ اک شاہ و گدا کو

سکھاتی ہے محکوم کو یہ اطاعت
سجھاتی ہے حاکم کو راہ عدالت
دلوں سے مٹاتی ہے نقش عداوت
جہاں سے اٹھاتی ہے رسم بغاوت
یہی ہے رعیت کو حقدار کرتی
یہی ہے کہ ہمسر کو ہموار کرتی

سنی ہے غریبوں کی فریاد اسی نے
کیا ہے غلامی کو برباد اسی نے
ری پبلک[2] کی ڈالی ہے بنیاد اسی نے
بنایا ہے پبلک[3] کو آزاد اسی نے

---

[1] لفظ زمرہ کی بول چال میں ضروری اور تاکیدی حکم کو کہتے ہیں ۱۲ [2] ری پبلک سلطنت جمہوری جیسی تمام رعیت کو انتظام ملک اور وضع قانون وغیرہ میں مداخلت ہوتی ہے جیسے بالفعل فرانس اور امریکہ وغیرہ میں جاری ہے اور روس کی رعایا بھی اسکی خواہش کر رہی ہے ۱۲ [3] پبلک۔ جمہور رعایا انگریزی لفظ ہے ۱۲

مقید بھی کرتی ہے یہ اور رہا بھی   بناتی ہے آزاد بھی باوفا بھی
تجارت نے رونق ہے یہ اس سے پائی   کہ ہیچ اسکے آگے ہے فرمانروائی
فلاحت کی یہ منزلت ہے بڑھائی   کہ فلاح کرتے ہیں معجز نمائی
ترقی یہ صنعت کو دی ہے بلا کی   کہ ہوتی ہے معلوم قدرت خدا کی
یہ نااتفاقی ہے قوموں سے کھوتی   یہ قومی محبت کا ہے بیج بوتی
یہ آپس کے کینے دلوں سے ہے دھوتی   یہ دانے ہے سب ایک لڑ میں پروتی
یہ نقشوں پہ خط کیطرح ہے گزرتی   کمزوروں دلونکو ہے یہ ایک کرتی
جہاں یہ نہیں واں نہ قوم اور نہ ملت   نہ ملکی حمایت نہ قومی حمیت
جدا سب کے رنج اور جدا سبکی راحت   الگ سب کی ذلت الگ سبکی عزت
خبر واں نہیں یہ کہ ہے قوم شے کیا   چھپا سر حق اس تعلق میں ہے کیا
جنھوں نے کہ تعلیم کی قدر و قیمت   نہ جانی۔ مسلط ہوئی ان پہ ذلت
ملوک اور سلاطین نے کھوئی حکومت   گھرانوں پہ چھائی امیروں کی نکبت
رہے خاندانی نہ عزت کے قابل   ہوئے سارے دعوے شرافت کے باطل
نہ چلتے ہیں واں کام کاریگروں کے   نہ برکت ہے پیشہ میں پیشہ وروں کے
بگڑنے لگے کھیل سوداگروں کے   ہوئے بند دروازے اکثر گھروں کے
کماتے تھے دولت جو دن رات بیٹھے   وہ ہیں اب دھرے ہاتھ پر ہاتھ بیٹھے
ہنر اور فن واں ہیں سب گھٹتے جاتے   ہنرمند ہیں روز و شب گھٹتے جاتے
ادیبوں کے فضل و ادب گھٹتے جاتے   طبیب اور ان کے مطب گھٹتے جاتے
ہوئے پست سب فلسفی اور مناظر   نہ ناظم ہیں سرسبز انکے نہ ناثر
اگر اک پہنا ہو ٹوپی بنائیں   تو کپڑا وہ اک اور دنیا سے لائیں
جو سینے کو وہ ایک سوئی منگائیں   تو مشرق سے مغرب میں لینے کو جائیں

ہر اک شے میں غیروں کے محتاج ہیں وہ
کشاکش کی رو میں تاراج ہیں وہ
نہ پاس ان کے چادر نہ بستر ہے گھر کا
نہ برتن ہیں گھر کے نہ زیور ہے گھر کا
نہ چاقو نہ قینچی نہ نشتر ہے گھر کا
صراحی ہے گھر کی نہ ساغر ہے گھر کا
کنول مجلسوں میں قلم دفتروں میں
اثاثہ ہے سب عاریت کا گھروں میں

جو مغرب سے آئے نہ مال تجارت
تو مر جائیں بھوکے وہاں اہل حرفت
ہو تجار پر بند راہ معیشت
دکانوں میں ڈھونڈے نہ پائے بضاعت
برائے سہارے ہیں بیوپاریاں سب
طفیلی ہیں سیٹھ اور تجار واں سب

یہ ہیں ترک تعلیم کی سب سزائیں
وہ کاش اب بھی غفلت سے باز اپنی آئیں
مبادا وہ عافیت پھر نہ پائیں
کہ ہیں بے پناہ آنے والی بلائیں
ہوا اڑتی جاتی ہے سر وہ گمر ہے
چراغوں کو فانوس بن اب خطر ہے

لیے فرد تخمینہ دوراں کھڑا ہے
ہر اک فوج کا جائزہ لے رہا ہے
جنھیں ماہر اور کرتبی دیکھتا ہے
انھیں بخشتا تیغ و طبل و لوا ہے
پہ اہل بے ہنر یکقلم چھٹتے جاتے
رسالوں سے نام انکے ہیں کٹتے جاتے

ترغیب علوم و فنون

بس اب علم و فن کے وہ پھیلاؤ ساماں
کہ نسلیں تمھاری بنیں جن سے انساں
غریبوں کو راہ ترقی ہو آساں
امیروں میں ہو نور تعلیم تاباں
کوئی ان میں دنیا کی عزت کو تھامے
کوئی کشتی دین و ملت کو تھامے

بنے قوم کھانے کمانے کے قابل
زمانے میں ہو منھ دکھانے کے قابل
تمدن کی مجلس میں آنے کے قابل
خطاب آدمیت کا پانے کے قابل
سمجھنے لگیں اپنے سب نیک و بد وہ
لگیں کرنے آپ اپنی اپنی مدد وہ

کرو قدر ان کی ہنر جس میں پاؤ
ترقی کی اور ان کو رغبت دلاؤ
دل اور حوصلے ان کے مل کر بڑھاؤ
ستون اس کھنڈر گھر کے ایسے بناؤ

کوئی قوم کی جنسے خدمت بن آئے
بٹھائیں انھیں سر پہ اپنے پرائے
کروگے اگر ایسے لوگوں کی عزت
تو پاؤ گے اپنے میں تم ایک جماعت
بڑھائے جو قوم کی شان و شوکت
گھرانوں میں پھیلائے گی خیر و برکت
مگر جس قدر تم سے وہ آج لے گی
عوض تمکو کل اسکا وہ چند دیگی

ترقی کے یونان کے اسباب کیا تھے
ہنر پر جہاں پیر و برنا فدا تھے
تمدن کے میداں میں زور آزما تھے
وطن کی محبت میں یکسر فنا تھے
مقاصد بڑے اور ارادے تھے عالی
نہ تھا اس سے چھوٹا بڑا کوئی خالی

سبب کچھ نہ تھا اس کا جز قدر دانی
کہ ہوتے تھے جو علم و حکمت کے بانی
ترقی میں کرتے تھے جو جاں فشانی
حیات ان کو ملتی تھی جو جاودانی
وطن جیتے جی انپہ قرباں تھا سارا
پس از مرگ پجتے تھے وہ آشکارا[۱]

اسی گر نے تھا جوش سب کو دلایا
کہ تھا اک جزیرہ نے رتبہ یہ پایا
اسی شوق نے تھا دلوں کو بڑھایا
اسی نے تھا یونان کو یونان بنایا
اسی امید پر کوششیں تھیں یہ ساری
کہ ہو قوم کے دل میں عزت ہماری

جنھیں ملک میں اپنی رکھنی ہو وقعت
جنھیں سلطنت کی ہو مطلوب قربت
جنھیں تھامنی ہو گھرانے کی عزت
جنھیں دین کی ہو نہ منظور ذلت
جنھیں نسل اولاد ہو اپنی پیاری
انھیں فرض ہے قوم کی غمگساری

---

[۱] قدیم یونان میں دستور تھا کہ جو شخص اہل کمال سے مرجاتا تھا تو باشندگان یونان اسکا بت بنا کر عام گزرگاہوں پر نصب کرتے تھے اور اسکو مثل دیوتا کے قرار دیکر اسکی پرستش کیا کرتے تھے اس حوصلہ افزائی سے قوم میں بڑے بڑے حکما پیدا ہو گئے تھے جن کے اسٹیچو (مجسمے) اب بھی یونان کے بعض بعض مقامات میں نظر آتے ہیں ۱۲

بہت دل ہیں نرم اندنوں ہوتے جاتے — کہ حالت پہ ہیں قوم کی اڈے آتے
نزل پہ ہیں اس کے آنسو بہاتے — نہیں آپ کچھ کر کے لیکن دکھاتے
خبر بھی ہے دل انکے جلتے ہیں کس پر — وہ ہیں آپ ہی ہاتھ ملتے ہیں جس پر

رئیسوں کی جاگیرداروں کی دولت — فقیہوں کی دانشوروں کی فضیلت
بزرگوں کی اور واعظوں کی نصیحت — ادیبوں کی اور شاعروں کی فصاحت
نتیجے تب کچھ آنکو نہیں اہل وطن کی — جو کام آئے ہمدموں انجمن کی

جماعت کی عزت میں ہے سب کی عزت — جماعت کی ذلت میں ہے سب کی ذلت
رہی ہے نہ ہرگز رہے گی سلامت — نہ شخصی بزرگی نہ شخصی حکومت
وہی شاخ پھولیگی یاں اور پھلیگی — ہری ہوگی جڑ اس گلستاں میں جسکی

ذخیرہ ہے جب چیونٹا کوئی پاتا — تو بھاگا جماعت میں ہے اپنی آتا
انہیں ساتھ لیکے ہے وانسے جاتا — فتوح اپنی ایک ایک کو ہے دکھاتا
سدا انکے ہیں اسطرح کام چلتے — کمائی سے ایک اک کی لاکھوں ہیں پلتے

جب ایک چیونٹا جسمیں دانش نہ حکمت — بنی نوع کی اپنی بر لائے حاجت
معیشت سے ایک اک کو بخشے فراغت — کرے انکو وقف اپنی ساری غنیمت
تو اس سے زیادہ ہے بے غیرتی کیا — کہ ہو آدمی کو نہ پاس آدمی کا

غضب ہے کہ جو نوع ہو سب سے برتر — گنے آپ کو جو کہ عالم کا سرور
فرشتوں سے جو سمجھے اپنے کو بڑھ کر — خدا کا بنے جو کہ دنیا میں مظہر
نہو مردمی کا نشاں اسمیں اتنا — مسلم ہے مٹی کے کیڑوں میں جتنا

الٰہی بحقِ رسولِ تہامی[1] — ہر اک فرد انسان کا تھا جو کہ نامی

---

[1] تہامی تہامہ کا رہنے والا۔ تہامہ ملک حجاز کے مشرق حصہ کو جو بحر احمر کے کنارے یمن سے ینبع النخل تک چلا گیا ہے کہتے ہیں جسکے مشہور مقامات جدہ، ابو عریش، حلہ (باقی نوٹ صفحہ ۱۰۶ پر)

جسے دور و نزدیک تھے سب گرامی　　برابر تھے مکی[1] و زنگی و شامی
شہ بروں کو ساتھ اپنے جسنے نباہا　　بروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا
طفیل اسکا اور اسکی عترت[2] کا یارب　　پکڑ ہاتھ جلد اس کی امت کا یارب
اک ابر سیہ بھیج اپنی رحمت کا یارب　　غبار اس سے جو دھو دے ذلت کا یارب
کہ ملت کو ہے ننگ ہستی سے اسکی　　ہوا پست اسلام پستی سے اسکی
بچا ان کو اس تنگنائے[3] بلا سے　　کہ رستہ ہو گم رہرو[4] و رہنما سے
نہ امید یاری[5] ہو یار آشنا سے　　نہ چشم اعانت ہو دست دعا سے
چھٹے رات چھائی ہوئی ظلمتیں ہوں　　دلوں میں امیدوں کی جا حسرتیں ہوں
انہیں کل کی فکر آج کرنا سکھادے　　ذرا انکی آنکھوں سے پردہ اٹھادے
کمینگاہ[6] بازی دوراں دکھادے　　جو ہوتا ہے کل آج انکو سجھا دے
کھیں پاٹ ہیں تا کہ باراں سے پہلے　　سفینہ[7] بنا رکھیں طوفاں[8] سے پہلے

(بقیہ نوٹ صفحہ ١٠٥ کے) خلیص، بدر، حنین، ینبوع وغیرہ ہیں چونکہ مدینہ منورہ بھی سرزمین تہامہ میں شامل ہے اسلیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تہامی کہتے ہیں ١٢

[1] مکی مکہ کا، زنگی زنگبار کا۔ شامی شام کا رہنے والا ١٢　[2] عترت بیٹے اولاد ١٢

[3] تنگنائے۔ تنگی۔ وہ گلی جو تنگ ہو۔ تنگ جگہ۔ درہ پہاڑ کا ١٢　[4] رہرو سے مراد عام مسلمان اور رہنما سے حضرات علمائے کرام ١٢　[5] یاری مددگاری کرنا۔ مدد کرنا ١٢

[6] کمینگاہ۔ گھات کی جگہ جہاں دشمن کی تاک میں بیٹھیں ١٢

[7] سفینہ۔ کشتی۔ ناؤ ١٢

[8] طوفان۔ آب کثیر۔ پانی کی رو جو مکانوں کو گرا دیوے اور انسان و حیوان کو بہا لے جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال بجناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اسکی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اس کا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدرد بنی نوع بشر تھا
اب چار طرف جنگ و جدل اسمیں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیر غنا بھی
اس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کی
وہ عرصۂ تیغ جہلا و سفہا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اس دین پر ہر ہرزہ درا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

عالم ہے سو بےعقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلس اعیان ہے وہ بزم شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق
بے دولت و علم اس میں نہ رونق نہ بہا ہے

شاہد ہے اگر دین تو علم اس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اس کی جلا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے

بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار
جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اس کے ہوا ہے

وہ روشنیِ بام و درِ کشورِ اسلام
یاد آج تلک جس کی زمانے کو ضیا ہے

روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج
بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے

عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو
اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے

چاؤش تھے للکارتے جن رہگزروں میں
دن رات بلند ان میں فقیروں کی صدا ہے

وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی
وہ یاد میں اسلاف کی اب رو بقفا ہے

جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے

کھوج ان کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا
گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ خدا ہے

تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے
اب خوف ہے مدت سے دلوں میں نہ رجا ہے

جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے

دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت
سچ ہے کہ برے کام کا انجام برا ہے

کی زیب بدن سب نے ہے پوشاک کتاں کی
اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے

درکار ہے یاں معرکہ میں جوشن و خفتان
اور دوش پہ یاں رنگے وہی کہنہ ردا ہے

دریا ہے پر آشوب ہے اک راہ میں حائل
اور بیٹھ کے گھوڑ ناؤ پہ یاں قصہ تنا ہے

ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت
واں قافلہ سب گھر سے تہید ست چلا ہے

یاں نکلے ہیں سودے کو درم لیکے پرانے
اور سکہ رواں شہر میں اور ہی نیا ہے

فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے چشمہ رحمت بابی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا
جب تونے کیا نیک سلوک انسے کیا ہے

صدمہ در دندان کو ترے جنسے کہ پہنچا
کہ انکے لیے تو نے بھلائی کی دعا ہے

کی تو نے خطا عفو ہے ان کینہ کشوں کی
کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول انھیں سے تری پھر مدح و ثنا ہے

برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے

کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں سے بہت جسکا جہاز آکے گھرا ہے

امت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک اس میں سوا ہے

جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے
وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے

ہر چپقلش دہر مخالف میں ترا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

جو خاک ترے در پہ ہے مخالف میں ترا نام
وہ خاک ہمارے لیے دارو ہے شفا ہے

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف
ابتک وہی قبلہ تری امت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبے سے کشش اسکی ہر اک دل میں سوا ہے

کل دیکھیے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
ابتک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمھارے
نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ
اخبار میں الطالح لی ہم نے سنا ہے

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں
پر فکر ترے دین کی عزت کی سدا ہے

گو دین کو جو کچھ نہیں ذلت سے ہماری
امت تری ہر حال میں راضی برضا ہے

عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں
اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے

ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے
باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
ہاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے

چند مطبوعات اردو پبلشرز

مراثیات انیس	اکبر حیدری	۵۰-
مقالات حیدری	"	۲۵-۰
تذکرہ شعراء ہندی	"	۳۰-۰
شاعر اعظم مرزا دبیر	"	۱۶-۰
اشاریہ کلام دبیر	ضمیر اختر نقوی	۹-۰
گلدستۂ انیس	صغیر حسین نقوی	۱۶-۰
لکھنؤ کی تہذیبی میراث	سید صفدر حسین	۲۵
آپ	عرفان عباسی	۱۸-۰
آپ کی قسمت	اسیر کاکوری	۸-۰
خزاں کے پھول	مائل ملیح آبادی	۵-۰
یادوں کی برات	جوش ملیح آبادی	۲۵-۰
عرش و فرش	"	۵-۰
طلوع فکر	"	۴-۰
لکھنؤ کا دبستان شاعری	ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی	۲۵-۰
تذکرۂ اردو مرثیہ	علی عباس حسینی	۱۰-۰
سات تحریریں	عبدالقوی دسنوی اسپیشل ایڈیشن	۸-۱۲/۰
لیکھ	جوگندر پال سنگھ	۱۶-۰
فارسی شاعری میں طنز و مزاح	ڈاکٹر خان محمد عاطف	۱۵-۰
ریاض خیر آبادی	ڈاکٹر خلیل اللہ خاں	۱۳-۰

چند مطبوعات اردو پبلشرز

یگانہ چنگیزی حیات اور کارنامے	ضیا عظیم آبادی	۱۲—۰
عہد حاضر اور مسلمان	" "	۴—۰
ادب اور جنس	" "	۱۸—۰
مثنوی سحر البیان کا تہذیبی مطالعہ	احسان الحق اختر	۶—۰
باغ و بہار کا تنقیدی جائزہ	امام مرتضیٰ نقوی	۴—۰
جواہرات انیس جلد اول	مرتبہ مرزا امیر علی	۱۲—۰
جواہرات انیس جلد دوم	" " "	۱۵—۰
" " " سوم	" " " "	۶—۰
ارمغان ادب	اخلاق حسین عارف	۱۱—۰
مطالعہ تاریخ ادب ہندی	کاظم علی خاں	۵—۰
غزلیات میر کا تنقیدی جائزہ	" "	۲-۵۰
مقالات شبلی	رضی کاظمی	۲-۵۰
انتخاب مضامین سرسید	" "	۳—۰
آواز حق	بشارت شکوہ کشمیری	۱-۵۰
دست تہہ سنگ	فیض احمد فیض	۳—۰
اقبال نامہ جہانگیری	ذکریا مائل	۷-۵۰